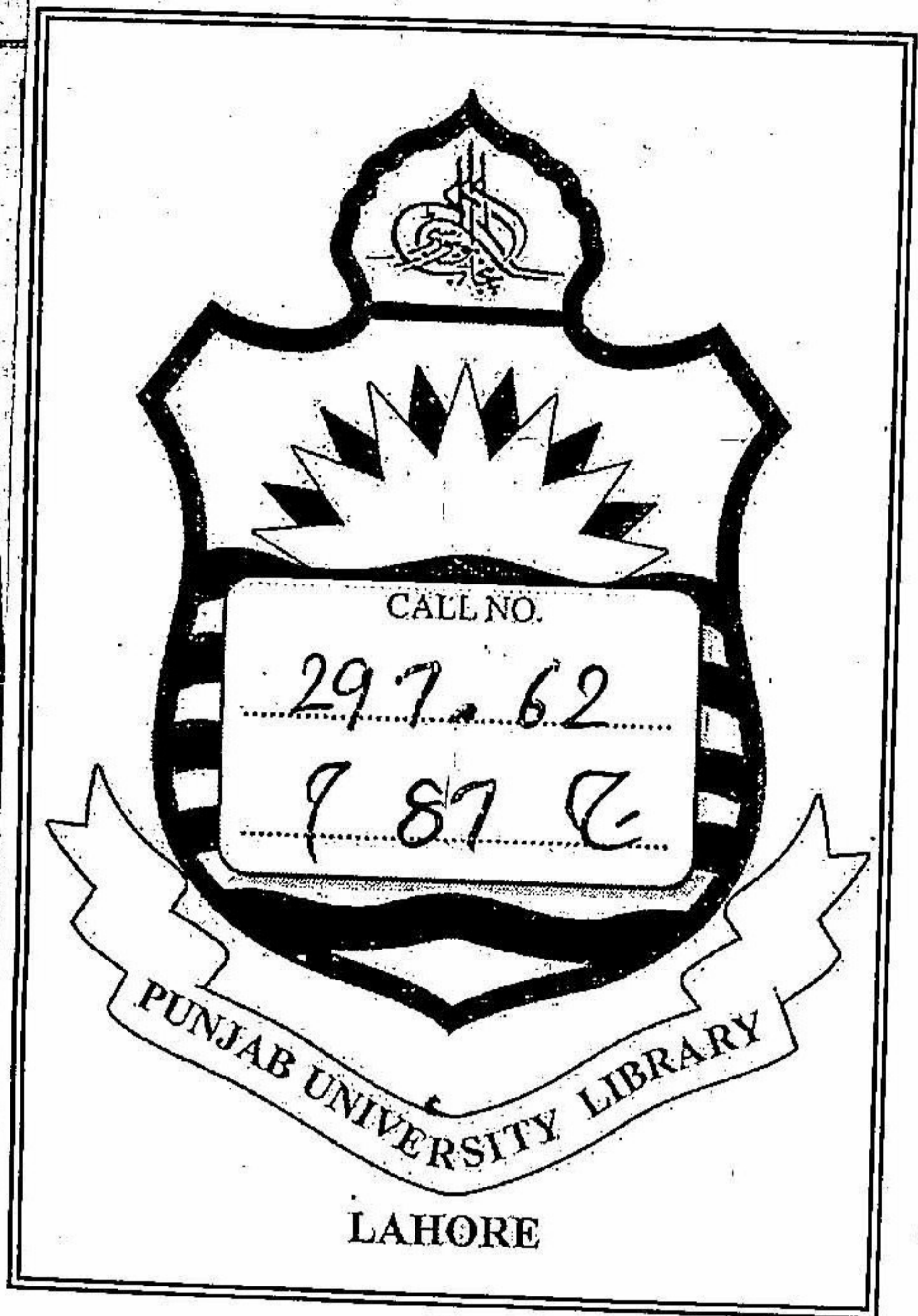




مجموعہ قصائد

مرکزی مجلس امیریت پاکستان



2-99

جهان ابرویت

DANA ENTERPRISES

محمد صادق قسوی

مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان

02-750

بیاد

سنوئی ہند قبلہ عالم مجدد وقت امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری
قدس سرہ

بغیضان کرم

سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ علیہ

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۶
زیر سرپرستیبد الملت پیر سید نذیر حسین شاہ جماعت علی پوری عہدہ مظاہر
پیر سید منور حسین شاہ جماعت علی پوری عہدہ مظاہر

نام کتاب: جہان امیر ملت

مؤلف: محمد صادق قصوری

صفحات: ۲۰۰

سن اشاعت: یکم جون ۱۹۵۱ء

تعداد: ۱۰۰۰

ہدیہ: دعائے خیر کئی معاونین مجلس

کتابت: محمد حیات ڈوگر ساکن موضع چوہڑ پورہ۔ قصور

نوٹ: بیرونی حضرات تیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

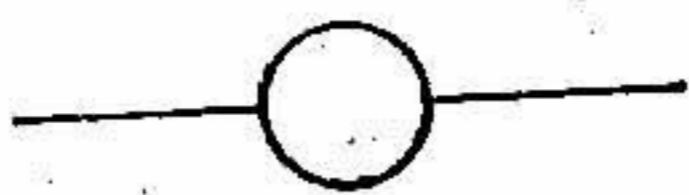
مرکزی مجلس امیر ملت

برج کلاں ضلع قصور

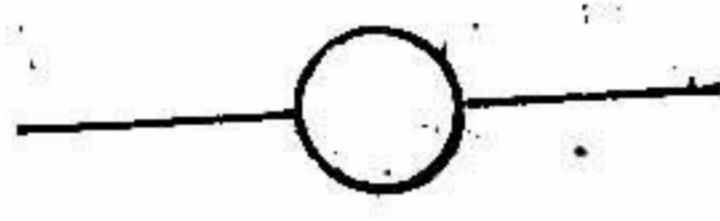
پوسٹ کوڈ: ۵۵۰۵۱

آئینہ

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۸	انتساب	۱
۶	سرخن از مؤلف	۲
۷	امیر ملت کے ماہ و سال	۳
۱۲	امیر ملت اور تحریک ختم نبوت	۴
۲۲	امیر ملت اور تحریک خلافت	۵
۵۷	امیر ملت اور آل انڈیا سٹی کانفرنس	۶
۱۰۶	امیر ملت اور سارو اہل	۷
۱۱۶	امیر ملت اور تحریک پاکستان	۸
۱۲۰	اقبال اور امیر ملت	۹
۱۵۳	قائد اعظم اور امیر ملت	۱۰
۱۹۶	کتابیات	۱۱



برصغیر ہند میں ملت اسلامیہ کے اچھا اور مسلمانوں کے
سیاسی سر بلندے کے لیے حضرت امیر ملت
رحمۃ اللہ علیہ کے خدمات اور اوقے تاریخ پر طبع و دفع
میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کے اس تصنیف سے
نوجوانوں کے لئے اسے خوشہ زخمی کے لئے روشن ہوگی۔



مکتب گرامی:

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ
سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ

بنام:
محمد صادق قصویٰ محررہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء

انتساب

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ اول، افضل البشر بعد از انبیاء
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

— کے نام —

آن کلیم اول سینائے ما آن امین الناس بر مولائے ما
شانہ اسلام وغار و بدر و قبر ہستی و اوست ملت راجو ابر

(اقبال)

سرخن

سنوسی ہندامیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (۱۸۴۱ء - ۱۹۵۱ء) کے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اس احقر نے زندگی وقف کر رکھی ہے موصوف کی ذات ستودہ صفات اپنے دور میں عدیم النظیر ہی نہ تھی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و ارفع تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔

انہوں نے علم و ادب، مذہب و سیاست اور شریعت و طریقت کے میدان میں جو کارہائے عظیمہ سرانجام دیئے ہیں ان کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پیش خدمت کتاب میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی خدمات جلیلہ پر احقر نے اپنی ہمت اور بساط کے مطابق روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں کر سکا۔ تاہم جو کچھ ہو سکا، حاضر ہے!

اس کتاب کی تیاری میں استاذی حضرت حکیم محمد رومی امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۹۹ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں تیارکی دامت برکاتہم عالیہ کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نعیم فرمائے اور حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علی اللہ علیہ وسلم۔

گدائے امیر ملت
محمد صادق قصوری
 ظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت
 برج کلاں منسلح قصور۔ ۵۵۰۵۱
 یکم جنوری ۲۰۰۰ء۔ بروز ہفتہ

لے افسوس کہ حضرت مجاہد ملت اس کتاب کی اشاعت سے قبل ہی ۲۲ مئی ۱۹۹۷ء کو رحلت فرما گئے۔ (قصوری)

○ امیر ملت کے ماہ و سال ○

۱۸۴۱ھ / ۱۸۴۱ء	ولادت باسعادت	۱
۱۸۴۸ھ / ۱۸۴۸ء	حفظ قرآن مجید	۲
سن کا تعین نہیں کیا جاسکا۔	فراغت از جملہ علوم اسلامیہ	۳
۱۸۴۸ھ / ۱۸۴۸ء	ولادت خلیف اکبر سراج الملّت سید محمد حسین شاہ	۴
۱۸۸۲ھ / ۱۸۸۲ء	ولادت خلیف دوم سید خادم حسین شاہ	۵
جمادی الاول ۱۳۰۴ھ / جنوری ۱۸۸۷ء	تاسیس انجمن منتشار العلماء لاہور	۶
رجب ۱۳۰۷ھ / مارچ ۱۸۹۰ء	حضرت بابا جی فقیر محمد فاروقی چورانی کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خرقہ خلافت	۷
(باور ہے کہ پیشتر ازین والد گرامی سے سلسلہ قادریہ میں خلافت تھی)		
ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ / جون ۱۸۹۳ء	پہلا حج مبارک	۸
۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء	تاسیس مدرسہ نقشبندیہ علی پور پٹیاں	۹
۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء	ولادت خلیف سوم شمس الملّت سید نور حسین شاہ	۱۰
۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء	انجمن منتشار العلماء کا امرتسر میں تعارفی دورہ	۱۱
صفر ۱۳۲۰ھ / مئی ۱۹۰۲ء	وفات والد ماجد (سید کریم شاہ صاحب)	۱۲
ذوالحجہ ۱۳۲۱ھ / مارچ ۱۹۰۳ء	تاسیس "انجمن خدام الصوفیہ ہند"	۱۳
ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ / اکتوبر ۱۹۰۴ء	ماہنامہ "النوار الصوفیہ" کالاہور سے اجراء	۱۴
شعبان ۱۳۲۲ھ / اکتوبر ۱۹۰۴ء	قلندریہ مزائیت پر پہلی کاری ضرب	۱۵
۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء	ریاست میسور کا پہلا تبلیغی دورہ	۱۶
	دوسرا حج مبارک و اجازت حدیث، دلائل الخیرات از مولانا	۱۷
۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء	شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مسکن	

۱۹۰۶ء / ۱۳۲۴ھ	مسلم لیگ کی طرف پہلی توجہ مبارک	۱۸
۱۹۰۸ء / ۱۳۲۶ھ / مئی	مرزا بیت کی سرکوبی و مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیشگوئی	۱۹
۱۹۱۰ء / ۱۳۲۸ھ / جولائی	اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ہڑتال ختم کرانا	۲۰
۱۹۱۰ء / ۱۳۲۸ھ	حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ	۲۱
۱۹۱۰ء / ۱۳۲۸ھ	تیسرا حج مبارک	۲۲
۱۹۱۱ء / ۱۳۲۹ھ	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے تین لاکھ روپیہ کا عطیہ	۲۳
۱۹۱۱ء / ۱۳۲۹ھ	لاہور میں عید میلاد النبی کے جلسہ کی تاسیس	۲۴
۱۹۱۳ء / ۱۳۳۱ھ	تحریک مسجد مچھلی بازار کانپور میں قائدانہ کردار	۲۵
۱۹۱۴ء / ۱۳۳۲ھ	مدرسہ نقت بندہ علی پور سیدیاں کا دورِ تعمیر و ترقی	۲۶
۱۹۱۴ء / ۱۳۳۲ھ	آغازِ تعمیر مسجد نور علی پور سیدیاں	۲۷
۱۹۱۴ء / ۱۳۳۲ھ	تحریک ترک موالات کی مخالفت	۲۸
۱۹۱۵ء / ۱۳۳۳ھ / جنوری	علی پور سیدیاں ریلوے اسٹیشن کی بنیاد	۲۹
۱۹۱۶ء / ۱۳۳۴ھ	حافظ پبلی بھتیگی کی نعت سن کر بحالتِ بخارج کوروانگی	۳۰
۱۹۱۶ء / ۱۳۳۴ھ	تعمیر شیش محل علی پور سیدیاں	۳۱
۱۹۱۶ء / ۱۳۳۵ھ / دسمبر	ہمارا جہ کرشن پرشاد وزیرِ اعظم حیدرآباد دکن کی گوشمالی	۳۲
۱۹۱۹ء / ۱۳۳۷ھ	حادثہ جلیانوالا باغ کے سلسلہ میں محضرانے پر دستخط کرنے سے انکار	۳۳
۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ	تکمیل مسجد نور علی پور سیدیاں	۳۴
۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ	تحریک خلافت میں قائدانہ کردار	۳۵
۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ / مارچ	لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں تاریخی خطبہ صدارت	۳۶
۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ / مارچ	قائدِ تحریکِ خلافت مولانا شوکت علی کی طرف سے سنوئی ہتد کا لقب	۳۷
۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ / مارچ	مولانا ظفر علی خاں کا بھرپور ہدیہ عقیدت	۳۸
۱۹۲۱ء / ۱۳۴۰ھ	جھنگ کے مشہور ڈاکو میاں رجب علی کا نائب ہو کر مرید ہونا	۳۹
۱۹۲۲ء / ۱۳۴۲ھ / مارچ	سیفیرِ کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش بر موقوعہ چیمبر شاہ ابو الخیر دہلوی	۴۰
۱۹۲۲-۲۳ء / ۱۳۴۱-۴۲ھ	شدھی تحریک میں سرفروشانہ کردار	۴۱
۱۹۲۳ء / ۱۳۴۲ھ / مئی	کشمیر میں آریہ سماجیوں کے فتنہ کی سرکوبی	۴۲

۱۹۲۴ / ۱۳۴۳	مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ	۴۳
ربیع الثانی ۱۳۴۳ / نومبر ۱۹۲۳	بریلی تشریف میں تشریف آوری اور شاندار استقبال	۴۴
ربیع الثانی ۱۳۴۳ / نومبر ۱۹۲۳	فقہ ارتداد کا قلع قمع	۴۵
۱۹۲۵ / ۱۳۴۳	تعمیر مسجد و باغ اسٹیشن علی پور سیڈاں برائے مہمانان گرامی	۴۶
شعبان ۱۳۴۳ / مارچ ۱۹۲۵	آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کا انعقاد و صدارت	۴۷
جمادی الاول ۱۳۴۸ / اکتوبر ۱۹۲۹	جمعیت خدام اطمین کے اجلاس لاہور میں خصوصی شرکت	۴۸
۱۹۳۰ / ۱۳۴۸	مدینہ تشریف میں مولانا ضیاء الدین احمد کے ہاں پہلا قیام	۴۹
ذیقعد ۲۹ - ۱۳۴۸ / اپریل ۱۹۳۰	ساروا ایکٹ کی خلاف ورزی و سرکوبی	۵۰
۱۹۳۱ / ۱۳۵۰	کشمیر ایچی ٹیشن میں مجاہدانہ کردار	۵۱
۱۹۳۱ / ۱۳۵۰	سابق امیر کابل امان اللہ خاں کی بر موقعہ حج آپ کی خدمت میں حاضری و توبہ	۵۲
جمادی الثانی ۱۳۵۱ / اکتوبر ۱۹۳۲	ناور شاہ والی کابل کی دعوت پر پہلا تبلیغی دورہ	۵۳
۱۹۳۳ / ۱۳۵۳	ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۵۴
۱۹۳۵ / ۱۳۵۳	مجلس اتحاد ملت کی سرپرستی	۵۵
۱۹۳۵ / ۱۳۵۳	تحریک مجلس شہید گنج کی قیادت	۵۶
۱۹۳۵ / ۱۳۵۳	حکیم الامت علامہ اقبال کا "سراج عقیدت"	۵۷
جمادی الثانی ۱۳۵۴ / ستمبر ۱۹۳۵	شہید گنج کانفرنس راولپنڈی کی تاریخ ساز صدارت	۵۸
جمادی الثانی ۱۳۵۴ / ستمبر ۱۹۳۵	ملت اسلامیہ کی طرف سے "امیر ملت" کا اعزاز و خطاب	۵۹
رجب ۱۳۵۴ / اکتوبر ۱۹۳۵	آل انڈیا سنی کانفرنس بدایوں کی صدارت	۶۰
شوال ۱۳۵۴ / دسمبر ۱۹۳۵	وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کی بسلسلہ تحریک شہید گنج ڈانٹ ڈپٹ میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن کو مجلس عام میں شہزادیوں کو بے پردہ لانے پر تنبیہ اور نظام کی توبہ	۶۱
ربیع الاول ۱۳۵۶ / جون ۱۹۳۶	چہار جہ میسور سرسری کرشنا راڈ کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۶۲
۱۹۳۶ / ۱۳۵۶	علامہ اقبال سے آخری ملاقات	۶۳
۱۹۳۶ / ۱۳۵۶	قائد اعظم کی اپیل پر مسلم لیگ کی حمایت میں یوم نجات منانا	۶۴
ذیقعد ۲۸ - ۱۳۵۸ / دسمبر ۱۹۳۹		۶۵

۱۹۴۰ / صفر ۱۳۵۹ھ / مارچ	قرارداد پاکستان کے موقع پر قائد اعظم کو تہنیتی تار	۶۶
۱۹۴۰ / شعبان ۱۳۵۹ھ / ستمبر	نادر شاہ والی کابل کی دعوت پر دوسرا دورہ کابل	۶۷
۱۹۴۲ / ۱۳۶۲ھ	مدینہ منورہ کا قیام دسر پرستی	۶۸
۱۹۴۲ / رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی	قائد اعظم کو "ولی اللہ" کا لقب و خطاب عطا فرمانا	۶۹
۱۹۴۳ / رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی	قائد اعظم پر خاکساروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کے بعد مزاج پرسی و دعائے کامیابی	۷۰
۱۹۴۳ / رجب ۱۳۶۲ھ / جولائی	میجر مبارک علی شاہ آف شاہ چیونہ (جھنگ) کی میسور میں شاندار دعوت	۷۱
۱۹۴۳ / ۱۳۶۲ھ	سری نگر (کشمیر) میں قائد اعظم کی شاندار دعوت اور قائد اعظم کا سعادت بیعت حاصل کرنا	۷۲
۱۹۴۳ / جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ / جون	مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے تاریخی اجلاس لاہور کی صدارت اور صدارتی خطاب میں حکومت اور کانگریس کو دعوت مبارزت	۷۳
۱۹۴۶ / صفر ۱۳۶۵ھ / جنوری	آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت اور مسلم لیگ کی حمایت میں تاریخی اعلان	۷۴
۱۹۴۶ / جمادی الاول ۱۳۶۵ھ / اپریل	قائد اعظم کو عطا کردہ لقب "ولی اللہ" کا اعلان عام	۷۵
۱۹۴۶ / جمادی الاول ۱۳۶۵ھ / اپریل	تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دوسرے قیام پاکستان پر قائد اعظم کی طرف سے شکریہ کا خط	۷۶
۱۹۴۶ / ۱۳۶۵-۶۶ھ	ہجرتین کی بھرپور امداد	۷۷
۱۹۴۶ / رمضان ۱۳۶۶ھ / اگست	تحریک نفاذ شریعت کی قیادت	۷۹
۱۹۴۶ / ۱۳۶۶ھ	مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی دربار شریف میں پہلی حاضری	۸۰
۱۹۴۸ / ۱۳۶۶ھ	آخری حج مبارک (۵۵ واں حج)	۸۱
۱۹۴۹ / ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ / ستمبر	آخری حج کے موقع پر پیر سید غلام محی الدین گولڑوی عرف بابو جی کی شاندار دعوت	۸۲
۱۹۴۹ / ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ / ستمبر		

امیر ملت اور تحریک ختم نبوت

۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹٹھانا ہوا چران گل ہو گیا اور انگریز، بڑا عظیم کے فرمانروا بن گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شگاف پر شگاف پیدا کرنے شروع کئے۔ اپنے ہم نوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تاکہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں، مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے، جہاد کا خدشہ مٹ جائے، عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا کلیپ ہو جائے گی۔ نتیجہ برطانوی سلطنت کے استیصال کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ بقول حکیم الامت اقبالؒ

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کوٹے کے فرنگی تخیلات اسلام کو حجاز و مین سے نکال دو

عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے بہت سے علماء کو خرید لیا، ان پر نوازشات کی بارش کر دی اور ان سے اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے، جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا اعظم محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے جہاں انھیں بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔

مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل اللہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی پڑھی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم

طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا۔ کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصوں کے لئے مقدمات میں مشغول رہے۔

۱۸۶۴ء میں مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں محرر (کلرک) بھرتی ہو گئے۔ کچہری کے ملازموں کے لئے انگریزی سیکھنے کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی تھوڑی بہت انگریزی سیکھی اور دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تخلیقی بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تخلیق میں کسی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دیکر قادیان آ گئے۔

۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انہیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں جن ارکان نے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد "THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA" کے عنوان سے رپورٹ لکھی، انہوں نے لکھا کہ:

"ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو جواری نبی (اپاٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پران چڑھنا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔"

ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کے سسران پٹی کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے

۱۔ "الکاوید علی الفاویہ جلد دوم" از مولانا محمد عالم اسی مرتبی، ۱۹۳۴ء، ص ۱۹۹، ۲۰۰۔ "مذاہب اسلام از مولوی

نجم العینی رامپوری، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۶۵۸۔ "مشاہدات قادیان از مولانا غایت اللہ چشتی، ملتان ۱۹۸۶ء، ص ۲۶۶۔

مرزا صاحب، نبوت کے لیے نامزد کئے گئے۔

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف "براہین احمدیہ" چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے، ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی تصنیف "سلسلہ احمدیہ کے مطابق مرزا صاحب کو مہوریت" کا تازہ کنی الہام، مارچ ۱۸۸۲ء میں پہلا اس سے پہلے اپنے ۱۸۸۰ء میں "ملہم من اللہ" ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح مولود ہونے کی خبر دی اور ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۳ء میں کرشن ہونے کا اعلان داغایا۔ وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعارے کو اپنا پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد ان کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے، جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کو استحکام و طاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی تمام سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا اور ان لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اس کی تلقین کرتے تھے۔ علامے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر سلسلہ میں جو کوششیں سنوئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تن من و دھن کی باز لگادی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا جی کو لٹکارا مگر وہ راہ فرار ہی اختیار کرتے رہے، بالآخر حضرت قدس سرہ کی بددعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کئے تو حضرت امیر ملت قدس سرہ۔

۱۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی، مطبوعہ لاہور، طبع ۹ ماہ ۱۹۶۶ء۔ تحریک ختم نبوت "از شہزادہ کاشمیری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۶ء۔ ۲۲، ۲۳۔ ۲۔ تحریک ختم نبوت "۲۲، ۲۳۔ اسلامی مذاہب از شیخ محمد ابو ہریرہ مصری (مترجم پروفیسر غلام احمد حریری)، مطبوعہ فیصل آباد، طبع سوم ۳۵۶ تا ۳۸۸۔ ۳۔ "الکادویہ علی النواویہ" جلد اول از مولانا محمد عالم آسی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۱ء۔ ۳۔

مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اس کے دعوؤں کی قلعی کھول دی :

- ① سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لَدنی ہوتا ہے۔ وہ رُوحِ قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوندِ قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔
- ② ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اِجتِ دَسُوْلِ اَللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدیج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

- ③ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جننے نبی ہوئے تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔
- ④ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرنے لگتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ ۵

۵۔ ماہنامہ "النور العرفیہ" قصور بہت اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۳۔ ماہنامہ "ضیاء حرم" لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۴۵۔ "ایمان پروردیادیں" از مولوی اللہ وسایا دیوبندی، مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء ص ۳۶۔
نوٹ: حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ہی اعلان آل انڈیا سٹی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کے صدر قی خطبہ میں بھی ارشاد کیا۔ لیکن آغاز میں یہ کلمات فرمائے۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے۔ ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کسی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کیے۔ مرزا غلام احمد پہلے بیال کوٹ کی کچہری میں الہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، ہمدی، نبی، کل نبیوں کا چھوڑنا، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گویاں بن کر اس جہان سے سدھارا۔

اعلان کے اختتام پر فرمایا :۔

مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل (باقی ماہیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد آپ نے تادیبانی فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ملک گیر دورے فرمائے اور اس کی عیار کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد انگریزی (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) نے بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزائیوں کے کسی حواری کو ان حضرات کے مد مقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے حضرت پیر سید ہر علی شاہ گولڑوی (ف ۱۹۲۷ء) کو دعوتِ مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے نارووال ضلع سیال کوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اس کے دائم فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت اس وقت صاحبِ فرانس تھے، چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو تاکہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکو۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تار و پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نور الدین کو راستہ پاپنا پڑا۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ) سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑنے اور کی غلامی اختیار کریں اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے! اتفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہے منکالت میں جا گئے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی ہی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٰہی ہماری!۔

گلدہم سے ہے بے وفائی کا
کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرت امیر ملت ص ۹۱۸، ۹۱۹ - ملفوظات امیر ملت ص ۱۸۹ تا ۱۹۱، خطبات آل انڈیا سن کانفرنس ص ۲۱۳، ۲۱۴)

فرار کی تفصیل سے آگاہی کے لئے حضرت گولڑوی کی سوانحی "بہر منیر" ملاحظہ فرمائیں۔ (بقیہ ص ۲۱۴)

ماہنامہ منیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر ص ۲۵، ۲۶

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب بذات خود اپنے حواریوں کے انبوه کثیر کے ساتھ سیال کوٹ میں اپنے مذہب کی تشریح و اشاعت کے لئے وارد ہوئے۔ ان دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیال کوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ لہذا مرزا صاحب کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب امید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ فوراً سیال کوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے اور تقریباً ایک ماہ تک سیال کوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے اور دینِ مبین اور عقائدِ حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ ارشاد کرتے کہ:

”دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی

پُرانا رکھو۔“

دورانِ قیام تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کئے۔ مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لئے تیار تھے وہ یہ ذلت و رسوائی کو بردھن ہو گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہٴ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے مرزا صاحب کو پھر تازہ نیت سیال کوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ سیال کوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا صاحب کے ایک پیروکار مولوی عبدالکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکچر دیتے ہوئے یوں بکواس کی کہ:

”لوگ کہتے ہیں براق آیا، براق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں نہ آیا؟“

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سُنے تو آپ نے دورانِ تہجد پر جو شش لہجے میں فرمایا کہ:

۱۔ ”برکاتِ علی پور شریف“ از پیر خیر شاہ امرتسری، امرتسر ۱۳۲۶ھ ص ۹۔ ”امیرت امیر ملت“

۱۹۷۵ء ص ۲۲۵۔ ”ایمان پرور یادیں“ ص ۳۷۔

وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی

ہے۔ وہ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔

دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچہ مارا ہے۔ اور اس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے دورانِ تقریرِ جوش و خروش میں آکر میز پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیچہ بن کر ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مولوی عبدالکریم، سلطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بدت مولوی عبدالکریم، سیال کوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستغنی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا۔ بعد میں مولوی نور دین خلیفہ اول مرزا صاحب کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب امام مسجد بنا رہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہو کر جہنم رسید ہوا۔

۱۹۰۸ء میں حضور اقدس امیر ملت قدس سرہ نے ایک دفعہ پھر ”جھوٹے نبی کی شناخت“ کے

نوان سے جو ارشادات فرمائے تھے، وہ آج تک قادیانی جماعت کی چھاتی کا کابوس بنے ہوئے ہیں۔ پڑھیے اور مرزائیت پر دو دو حرف بھجھتے جائیے :

① کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفرد ہی رہا۔ مثلاً نوح، عیسیٰ، موسیٰ، یحییٰ، ادریسؑ کا نام مرکب ہو وہ جھوٹا ہے۔

② کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق لیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

③ جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی وہ وحی نازل ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیتا تھا۔ نفسِ بشری در سیرھی مدارج طے کر کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہی ہے۔

کسی نبی نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا، جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا ہے۔
 ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ غلام، غلام ہی ہے اور آقا، آقا
 ہی ہے غلام، آقا کی برابری نہیں کر سکتا۔^۹ (یاد رہے کہ مرتاجی کا پورا نام مرزا غلام احمد قادیانی
 تھا مگر اُس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے منحرف ہو کر دعویٰ نبوت کر کے دین و دنیا میں
 اکت و رسوائی کو اپنا مقدر ٹھہرایا۔ قصوری)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب اپنی اہلیہ کے علان ج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان
 پر وارد ہوئے تو اپنا دام فریب بھی پھیلانے لگے۔ اُن کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں
 میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہالیان لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر
 مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈر تھروڈ پر خواجہ
 کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ داب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے، میں ایک بہت
 بڑا ایٹیج قائم کیا اور ایٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کیا تاکہ عوام و خواص بروقت کھانا کھا سکیں۔
 اس جگہ کئی روز تک مجالس و عظ و تقریر ہوتی رہیں اور معتقدات مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی حضرت
 امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ
 سے اینٹ بجادی۔

ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونگی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پیر و فیدر صغریٰ (ف ۱۹۵۴ء)
 جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین (قصوری) (ف ۱۹۲۷ء)
 مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن ریا کوٹلی
 (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (۱۹۲۰ء) مولانا غلام احمد خگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب
 فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا صاحب کو مقابلہ میں آکر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت
 دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا صاحب کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ
 تھی لہذا نہ آسکے۔
 کسی شخص نے مرزا صاحب کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب، لاہور میں
 اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا صاحب بولے، یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے

۹ 'فیضانِ امیر ملت' از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۹۶، ۹۷

بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ بٹے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا :
 "اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرا جائیں گے مگر مرزا
 کا توفدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔"

جب مرزا صاحب اپنے بیانگ دہل دعوتوں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ
 آئے تو پھر آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ
 کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے
 میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جلسے
 کا آغاز ہوا جس میں شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ "استاذ گرامی حضرت امیر ملت" پر وفیسر
 کالج لاہور، مولانا پروفیسر اصغر علی روتھی و دیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں
 آپ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"مرزا صاحب تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی فوقیت جگاتے
 ہیں لیکن میں حضرت امام حسینؑ کا غلام ہوں، وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے
 لیے نہ آئے۔ میری عادت پشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر
 ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پشین گوئی
 کے نکل گئے تھے جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصہ
 کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار
 خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے
 کہ مرزا غلام احمد غفریب ذلت اور سوائی کی موت مرے گا اور تم اس کی موت
 اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پشین گوئی کو مرزا کی پشین گوئی کی طرح
 مت سمجھنا۔"

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد کیا :
 "جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے، میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔"

حضرت پیر ہر علی گولڑویؒ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے
 حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا کہ :
 "شاہ صاحب! میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔"

حضرت امیر ملت نے ان سے کہا :
 آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے ؟

حضرت گولڑوی نے فرمایا :
 میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں
 ہے بلکہ آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں۔

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑوی واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا جی کو ہر طرح سے لکھارا۔ اُسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آکر اپنے دعویٰ نبوت
 کو سچا ثابت کرے، مناظرہ کر لے یا مبادلہ کرے۔ پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزا جی
 میدان میں نہیں آسکتے تو ہم ان کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا جی کو کوئی بات بھی ماننے
 کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں
 کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ارشاد کیا کہ :

”ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی
 کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ
 ہو چکا ہے، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا
 نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔
 آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب
 پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔“

جب اپنے یہ پیشین گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں
 بلند کیں۔ یہ پیشین گوئی اپنے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح کو دس بجکر دس منٹ پر مرزا جی انجمنی

ہو گئے۔ مولانا رحم نے سچ فرمایا ہے :

گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

گفتہ او گفتہ اللہ بود

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک بار کہا تھا کہ :

”جو کوئی بیٹھے کی موت مرے گا، وہ کتے کی موت مرے گا۔“

آسمان کا تھوکا منہ پر آیا جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوکا

دیر بعد مرزا جی کو ہسپتال ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی، نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر) خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلْنَا فِي قَعْرِ جَهَنَّمَ

۱۳۲۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا جی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشین گوئی کا مرزا بیور نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونگی (دف۔ ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشین گوئی کو معمولی سمجھتے تھے، آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا جی کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدہ شکر بجالایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا جی کی ہلاکت کی خبر آنا قانا پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ اس میں تین روز تک اسلام آباد کالج دریلوے روڈ کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن کا تعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جو ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف و اطراف لاہور میں بڑے جلسے ہوئے۔ تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیاد ہو

Marfat.com

۱/ اکاویر علی الغاویہ جلد دوم ص ۲۸۵ تا ۲۸۶ "سیرت امیر ملت" ص ۲۳۳ تا ۲۳۹ "مہر منیر" از مولانا فیض محمد
۲/ برکات علی پور ص ۱۵۸، ۱۵۹ تا ۱۵۹ - ثنویہ نقشبندیہ ص ۳۵۱ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ منلیع سرگودھا جنوری ۱۹۱۲ء

تھی کہ آپ شیخ پر کھڑے ہو کر سب کو ذائل سلسلہ فرماتے تھے ۱۱
 مرزا قادیانی کی منحوس لاش کو جب نہایت بیکسی کی حالت میں بٹانہ کی طرف لے گئے تاکہ قادیان
 لے جا کر دفن کیا جائے تو اہل اسلام نے نہایت تذلیل و تحقیر کی ۱۲
 مرزا جی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملت، رد مرزائیت میں جوش و خروش سے سرگرم
 عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے
 خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی نامشکور کی مگر نہ تو آپ
 پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرسرفرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و
 کامیابی آپ کے شامل حال رہی۔ ۱۳

قائوس بن کے جس کی حفاظت ہو کرے — وہ شمع کیونکر بجھے جسے روشن خدا کرے
 ایک دفعہ عتیقہ خاص ضلع سیال کوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملت قدس سرہ خطاب فرما
 رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن سکھرہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی
 کے کچھ الفاظ کہے حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کہ تاب لاسکتے تھے، آپ نے خود اپنے دست مبارک
 سے اس کو زد و کوب کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بذت اور خبیث
 جولاہے کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔
 اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیتہ زرعیہ خاص، ان دنوں تحصیل
 ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا، کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ :
 "یہ شخص (حضرت امیر ملت قدس سرہ) مسلمانوں کو گاوڑ کشی پر برا بیگنہ کرتا ہے
 حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی جولاہا نے اسے ان
 حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا۔"

ماسٹر خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ سیال کوٹ (ف ۱۹۵۹ء) (خلیفہ مجاز حضرت
 امیر ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیال کوٹ کے دیگر یارانِ طریقت نے سیالکوٹ

کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز جسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے، اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت امیر ملت کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اور ماسٹر محمد کریم ایڈووکیٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ :

”آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔“

انگریز جسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ :

”شاہ صاحب نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔“

محمد علی جولانی نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ آپ کا دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲) بھی شامل تھے، بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی تک زور لگا دیا، مگر سیال کورٹ کے جسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔

بار بار ذلیل و خوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت کے ہتھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہ (ف ۱۹۵۱) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تباہی کا بدلہ لیا جاسکے۔ صاحبزادہ صاحب اُس وقت اور ذلیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔

ہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون
لوہاری دروازہ لاہور) قیام فرما رہے۔ مرزا یوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے
تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے
میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنے دامن میں
فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر
بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ و عطا و تقریر فرماتے جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کے
لیئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت مولانا محرم علی شاہ چشتی "دف ۱۹۳۲ء" آپ کی طرف سے
دیکھیں تھے۔ دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرٹرنے کی اور پہلے کی طرح اب بھی
وہ کسی قسم کے محنتانہ کے روادار نہ ہوئے، ماسٹر کریم الہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لئے سیال کوٹ سے
برابر آیا کرتے تھے۔ موخر الذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حضور
داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کو ہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم
دیا کہ:

"آج فیصلے کی تاریخ ہے، زرہ پلاؤ کی دیگیں چڑھا دو۔"

حاجی صاحب نے عرض کیا کہ "بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھائیں گے" آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم ابھی سے کام شروع کر دو، اللہ تعالیٰ بری کرے گا۔"

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو جج کابل بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا جب فیصلے
کی اطلاع حضرت امیر ملت قدس سرہ کو پہنچائی گئی تو آپ کے ساتھ سب لوگ سجدہ شکر بجالائے خوشیاں
منائی گئیں، خیرات کی گئی، سارا دن اور رات زرہ و پلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔
گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت نے بادشاہی مسجد لاہور کے

جلسہ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ:

"اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔"

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا، مگر کبھی کسی نے انعام حاصل

کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزا یوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ہم اپنا مسلماً ثابت کرتے ہیں، پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ۔ اُس وقت حضرت اقدس، علی پور سیدان سے سیال کوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ جب ٹرین سیال کوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہار اُس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرما رہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن بنک میں روپیہ جمع کروا دیا گیا مگر مرزا یوں کو میدان آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ۱۵

فقہ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر ردِ مرزائیت میں مصروف کار رہے، جھوٹی نبی کی جھوٹی نبوت پر ضربِ کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبان اقدس پر ہر وقت "قَالَ اللَّهُ" "قَالَ الرَّسُولُ" ہی ہوتا تھا تو پھر بھلا تم نبوت پر ڈاکہ زنی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ۲ دسمبر کو اکبری مسجد آگرہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اعلان فرمایا کہ :

① حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے یعنی مفرد نام تھے، مرکب نام نہ تھا۔ مثلاً آدم، شیث، نوح وغیرہ۔ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرے دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے۔ تو غلام دہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بنا گیا۔

② انبیاء علیہم السلام اور حضور صاحب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی استاد اگر کوئی استاد ہوتا تو اُس کی تعظیم واجب ہوتی، مگر یہ خاصانِ خدا خود ہی سب سے زیادہ واجبِ تعظیم ہیں۔ اس لیے کوئی اُن کا استاد ہی نہ ہو جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اُس کا دعویٰ نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

③ سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک دم دعویٰ کیا۔ دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اول کہا، میں محدث ہوں، پھر مجدد بنا، پھر تہدی ہوا۔ دعویٰ کیا پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ ۱۶

گزشتہ صفحات میں حاشیہ پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ۱۹۲۵ء

انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر اپنے صدارتی خطبے میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگانی تھی۔ اسی اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

”یہ اجلاس عام جو سوات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ ”حکومت افغانستان“ کا اہلاک قادیانیان مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفت اور صریح مذہبی مداخلت ہوگی جسکو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیے۔“

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الہی ایڈووکیٹ نے ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ ”سیاست“ لاہور میں ایک بیان شائع کرایا جس میں تحریر کیا تھا کہ :

”مرزا صاحب کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فداح حضرت امیر ملت اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی، ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت نے اعلان فرمایا کہ ”مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔“ اس کے بعد سے سیال کوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامان سیال کوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بینک سیال کوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کرویں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکوت ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا، اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔“

ماہنامہ ”ترجمان اہلسنت“ کراچی، سنی کانفرنس ملتان

ماہنامہ ”اشرفی“ کچھوچھو شریف (انڈیا) ہابت سنی ۱۹۲۵ء ص ۲۰

”سیرت امیر ملت“ ص ۲۵۲

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اور ان کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حتیٰ کابل ہی بالارہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رد مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے بنیرہٴ عظیم جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہؒ (وف ۱۹۸۰ء) روایت فرماتے ہیں کہ :

”ایک بار ریل میں ایک سنیئر سب جج میرے ہم سفر تھے، وہ مرزائی تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ ”ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی اور شاہ صاحب (امیر ملت) نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ اکٹھا کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔ اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا۔ آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیال کوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدو ملت ہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ، ترنگ کا زمیندار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیا لیاں کے مرزائی ہوئے ہیں علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔“

حضرت جوہر ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی تقریر سن کر کہا کہ ”یہ اللہ کی دین ہے، جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اُسے کامیاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَإِنْ جُزِبُ اللَّهُ هُمُ الْغَالِبُونَ
 (پارہ ۶ سورۃ المائدہ، ۱۵۶)

”اگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔“
 حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (وف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آکوہار شریف ضلع سیال کوٹ

نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

”حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نور ایمان سے دلوں کو روشن کر دے۔ کفر و الجاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور ڈرنے سے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپیرہ چشمی کی وجہ سے خلعت اُس روشنی سے فیض پلنے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَةَ اللہ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا، رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے۔ اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجو نہیں خشک ہو چکی تھیں، کہ اچانک ابر رحمت نمودار ہوا۔ گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہو بیدار ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیات جاودا بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پڑمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہر بھیت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوا، کہ وہ آفتابِ عالم طلوع ہوا۔ اس نیرِ عظیم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور و صاف کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی نمازتِ عالمتایک پڑمردہ دلوں کو گرہمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا۔ ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ مجلس تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت

امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے اور آپ نے یکہ وتنہا احیاء دین کا
بیڑہ اٹھایا تھا۔

رد مزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کی چیز جھلکیا
آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔ افسوس کہ عدم فراہمی مواد کے سبب تفصیل نہیں دی جاسکی ورنہ آپ کی خدمات کا
اعاطہ کرنے کے لیے کئی دفتر درکار ہوتے۔ برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے
میدان عمل میں مزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا
مظاہرہ بھی آپ کے ساتھ ہی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے بھی قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے کام کیا ہے
مگر ان کا کام جزوی ہے۔ کسی نے کتاب لکھ دی، کسی نے ایک آدھ جلسہ سے خطاب کیا۔ مگر کئی کام صرف اور
صرف حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ہے۔ پس پردہ رہ کر کام کرنا اور بات ہے، میدان میں آکر نعرہ
مستانہ لگانا اور چیز ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال (د ف ۱۹۳۸ء) نے سچ ہی تو کہا ہے۔

الفاظ و معانی میں کچھ تفاوت نہیں لیکن مٹا کی اداں اور ہے مجاہد کی اداں اور

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت و مخالفت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت
کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملت نے جو کارہائے
نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فرقہ مرزائیت نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی
کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی
جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں، ان سب سے بد بخت مرزائیوں کی مخالفت تھی لیکن خاص
طور پر وہ حضرت امیر ملت کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے زہمتوں اور مزاحمتوں
کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے
مبلغین باوجود ان کی مخالفت و مخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادم واپس مزائیت کی تردید میں ہمہ وقت
مشغول و مصروف رہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت
چلی۔ اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملکت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین
صاحب (د ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملکت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب (د ف ۱۹۶۸ء)
اور بیڑہ اعظم جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (د ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ضعیف مسلم

ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ نے بھی اس تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا اور سزائے موت کے حقدار ٹھہرائے گئے۔ (یہ سزائے موت بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی تھی) یہ بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے فیض نظر کا اثر تھا۔ کیونکہ حضرت نیازی صاحب نے تحریک پاکستان کے دور میں اور پاکستان بننے کے بعد تحریک نفاذ اسلام میں پیر صاحب مانجی شریف محمد امین الحسنات (ف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر کمان سرفروشانہ خدمات انجام دیکر حق گوئی و بے باکی اور سرفروشی کا سبق سیکھا ہے۔ ۲۲

۱۹۶۲ء میں جب تحریک ختم نبوت ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی، ملک کے سب سے بڑے یا اختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روح انور اس دن خوشی سے پھولے نہ سکتی تھی اور اولادِ اجماد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ :

”میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق و صداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ لہذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو، ہر اس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔“

”میرے بچو! تم پر تحفظ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم امت رسول ہو اور آل رسول بھی۔ جاؤ! میدانِ عمل میں نکل کر ہر اس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہینِ رسالت کیلئے اٹھتا ہے۔ ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسول کے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد دہر میں اہم محمد سے اجالا کرنا نہیں ہے۔“

”اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرہ تکبیر و رسالت بلند کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دو، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

س قوتِ عشق سے ہر لیت کو بالا کر دے
دہر میں اہم محمد سے اجالا کر دے

(اقبالؔ)



Marfat.com

امیر ملت اور تحریک خلافت

نومبر ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاذ شکست سے دوچار ہوا تو فاتح طاقتوں نے جرمنی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسکے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا، وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہو گیا اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح ٹکڑے ٹکڑے میں آگئیں۔

اسی سال دسمبر میں دہلی میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت عبدالباری فرنگی محلی (دف ۱۹۲۶ء) حضرت مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (دف ۱۹۵۷ء) حضرت عبدالماجد بدایونی (دف ۱۹۳۱ء) و دیگر علمائے کرام نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ کیونکہ اس اجلاس میں اور خلافت کی بقا کے لئے بہت سے سوالات پیش ہونے لگے۔

اس اجلاس میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری (دف ۱۹۳۶ء) نے ترکی اور خلافت کی سلسلہ میں ایک طویل ریزولیشن پیش کیا کہ سلطان ترکی ہمارے خلیفہ اسلام ہیں۔ ان کی خلافت کو رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کے متعدد مقدس مقامات جو اب برطانیہ کے ہاتھ آگئے ہیں وہ ترکی کو دیئے جائیں اور خلیفہ کی دینی و دنیاوی پوزیشن پر کوئی آپریشن نہ آنے پائے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے اجتماعی اقدام کی ضرورت محسوس کی چنانچہ مسلمان لیڈروں کے ایک اجتماع میں جو ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں سربراہ ہیم بارڈر (۱۹۳۵ء) کی زیر صدارت منعقد ہوا، ایک مرکزی خلافت کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۔ "تحریک ہجرت" از راجہ شہید محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۔

۲۔ "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۶، ۲۵۔

۳۔ "علی برادران اور ان کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۶۸ء ص ۸۸۔

مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) چار سال کی نظر بندی کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسہ میں شریک ہونے کے لیے لکھنؤ تو اسی احتجاجی جلسہ میں خلافت کانفرنس قائم کر دی گئی تھی۔

۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس بنوعرض سے منعقد ہوا کہ اتحادیوں اور حکومت برطانیہ سے ان وعدوں کے ایفا کا مطالبہ کیا جائے جو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کے دوران کئے تھے، خلافت کانفرنس کے اس اجلاس میں برصغیر کے تمام صوبوں سے علماء کی ایک معتدبہ جماعت دہلی میں جمع ہوئی اور لاکھ عمل مرتب کیا گیا۔
 تحریک خلافت کی بدولت علماء و مشائخ اپنے حجروں سے نکل کر میدان سیاست میں آئے اور سوشلی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) اور قیام الملّت والدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۹۲۶ء) کی زیر قیادت انہوں نے علائقہ طور پر سیاست میں حصہ لیا۔

حضرت امیر ملت محدث علی پوری نے اس تحریک میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور مومنانہ فراست سے جس طرح اسلامیات برصغیر کی رہنمائی فرمائی وہ تاریخ کا ایک منفرد اور روشن باب ہے۔ اپنے اپنا خون جگر صرف کر کے، بے بہار و پیہ خرچ کر کے اور شب و روز اکناف و اطراف برصغیر کے دورے کر کے تحریک خلافت کو پروان چڑھایا۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کو بالائے طاق رکھ کر اپنا سب کچھ تحریک کی کامیابی کے لئے قربان کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ:

”خلافت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے، جسے
 خلافت سے محبت ہے نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔“

اپنے تحریک خلافت کی کامیابی و کامرانی کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، مرکزی دفتر بمبئی میں بارہا تشریف لے جا کر گرانقدر رقوم بطور چنڈہ دیں اور یارانِ طریقت کو بھی اس کا خیر میں حصہ لینے کے لئے احکامات جاری کئے۔ لاکھوں روپیہ چنڈہ دینے کے علاوہ تحریک کی تائید و حمایت

۱۔ تحریک ہجرت ص ۱۵ — تاریخ صوبہ سرحد از پروفیسر محمد شفیع صاحب، پشاور ۱۹۸۶ء ص ۸۱۱ — علی برادران
 از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۶۳۳
 ۲۔ تحریک ہجرت ص ۱۶ — تاریخ صوبہ سرحد ص ۸۱۱

میں ان علاقوں کا دورہ بھی کیا جہاں تک پہنچنا انتہائی مشکل کام تھا مثلاً ریاست کورک (علاقہ مداس) مرکارا، ویراجندر، پیٹ اٹھی، بلگنڈ اور کوہ نیلگرھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ آپ تحریک خلافت کے سلسلے میں بمبئی سے حیدرآباد دکن تشریف لیا جسے سمجھے کہ مولانا شوکت علیؒ (ف ۱۹۳۸ء) اور احمد صدیق جنرل سیکرٹری آپ کو الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن پر آئے تو مولانا شوکت علیؒ نے آپ کو ایک ”جھولا“ پہنایا جس پر لفظ ”خلافت“ اور ایک ”تمغہ“ جس پر نصرتِ اللہ و فکرت قریب کلمہ تھا، پیش کیا اور کہا کہ ”میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں۔“

برگ سبز است تمغہ درویش

اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کے ”خلافت کوپن“ بھی دیئے۔ اپنے حیدرآباد دکن پہنچ کر ان سب کوپنوں کو فروخت کر دیا اور پانچ سو روپے کے بجائے پانچ سو بیس روپے خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے، جس پر مولانا شوکت علیؒ نے کہا:

”مجھے اصلے بھی ملے گیا ہے اور سوڈ بھی۔“

ایک بار مولانا شوکت علیؒ نے حج تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے کوہ نیلگرھی (علاقہ میسور) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان جاری فرمایا کہ:

”فقیر کے سب محبت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین

کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں۔“

مولانا شوکت علیؒ نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشہور کر دیا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے زر کثیر وصول ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کے اکثر معتقدین نے تنہا ہزاروں روپے ”خلافت فنڈ“ میں دیئے۔ چنانچہ نورانی سیٹھ آف بمبئی نے آپ کے ارشاد پر پچاس ہزار روپے اور اہالیان کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپے کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں۔ لیکن آپ نے ہرگز یہ گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے ارشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کا ذخیرہ کے ثواب میں شامل نہ ہوں، چنانچہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیدال در ضلع سیال کوٹ کے موقع پر ملک لال خاں

۱۔ ”قومی کارنامے“ از مولانا عبدالمجید قصوری مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۰۹۔ ”سیرت امیر ملت“ از سید اختر حسین

علی پوری مطبوعہ ۱۹۴۵ء ص ۱۱۴۔ ”برگ گل“ مجلہ اردو کالج کراچی ۱۳۰۱ء جوہر نمبر ۲۶۔ مضمون ”محمد علی جوہر کی یاد میں“ از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔

اوت ۱۹۷۶ء) سیکرٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے تیرہ سو روپیہ اور دوسری دفعہ اٹھارہ سو روپیہ کی گرانقدر رقم جیب خاص سے خلافت فنڈ میں دی۔ اسی طرح بنگلور میں ایک ہزار روپیہ جیب خاص سے عنایت فرمایا۔

۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں بابائے خلافت مولانا شوکت علیؒ اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ بڑا مدلل اور لولہ انگیز تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں ہے، میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا اور خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمت اسلام کے لیے میدانِ عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ سب کذب ہے، دروغ ہے اور افتراء ہے۔ اس افتراء کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں، میں نے حیدرآباد دکن، پشاور، بنگلور، کوہرہ در ضلع فیصل آباد اور کئی مقامات پر مجلس خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

لیجئے! وہ تاریخی خطبہ صدارت درج ذیل ہے، ملاحظہ فرمائیے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ مسنونہ عربی میں قلمبند کے بعد آپ نے فرمایا :

”سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ سچے ہیں جیب پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کا نام لینے والوں میں پیدا کیا۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کون سی چیز ہے جو بطور خود ایک نعمت ہے بہا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لاتعداد، ان گنت نعمتیں پیدا کی ہیں۔ لیکن سب سے افضل، سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمہ توحید ہے۔ اس کلمہ طیبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!“

میں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلانی ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں، میں خدمت اسلام کے لئے

۱۰۱۹ ”قومی کارنامے“ ص ۳۱۰ سیرت امیر ملت ص ۴۱۰ اکابر تحریک پاکستان جلد اول

از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۶۷ تا ۶۸۔

میدانِ عمل میں اترنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے، دروغ ہے، افتراء ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدرآباد دکن، راولپنڈی، نوشہرہ پشاور، بنگلور، گوجرہ اور کئی مقامات پر مجلسِ خلافت کے اجلاس کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد صفدر صاحب نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے۔ غرض کے دن میں نے آغا صاحب سے کہا کہ آپ کل تک قیام کریں اگر کوئی مقدمہ زیرِ سماعت ہے جس کے لئے آپ نے ضروری سیال کوٹ جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زرِ محنتانہ میں ادا کروں گا۔ بلکہ کچھ اور بھی تذکرہ کروں گا۔ لیکن آغا صاحب اطلاع دینے بغیر علی پور سے چلے گئے۔ اخبار "سیاست" (روزنامہ سیاست لاہور) نے افتراء پوری کی اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیاں دشمنوں کی کارگزاریاں ہیں۔ ناحق تہمت ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ میں سید ہوں، آل رسول ہوں جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا ذلیل و خوار ہوگا۔ مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ جسے خلافت سے ہمدردی نہیں اس میں ایمان

نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے، میں باایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریاتِ ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکمِ ربّی ہے :

وَأَتَيْنَاكَ مَدِينًا مِّنْ قَبْلِكَ فَكَدَّ رِجْلَاهُ ۚ رِجْلًا مِّنْ قَبْلِ آيَاتِنَا ۚ ﴿۱۰۰﴾ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

خدا کے اس فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انہیں ظاہر کروں۔ میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے خاص تعلق نہیں۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میرا تو بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کیلئے چندہ کی فہرست کھولی گئی، ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطانِ ابراہیم السلطان عبدالحمید خاں غازی مرحوم و مغفور کے دستخطِ خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ رقوم اس

آغا محمد صفدر سیال کوٹ کے رہنے والے تھے۔ وکالت کا پیشہ رکھتے تھے۔ تحریکِ خلافت سیال کوٹ کے صدر سیکرٹری رہے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو وفات پائی۔ (قصوری)

کردہ کے لیے مجھے پانچ تمنغے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے مکرم نواب قار الملک مرحوم اور نواب محمد اسمعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے پاؤں پکڑ لیے میں نے کہا :

گر برس و چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز نبینی

انہوں نے مجھ سے استدعا کی شمولیت کی، میں شامل ہو گیا۔ میں نے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ دیا اور اپنے یارانِ طریقت سے دلویا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ میں نے خدمتِ خلافت میں حصہ نہیں لیا۔ گویا کہ میں مسلمان نہیں۔ مجھ میں جذباتِ اسلامی نہیں۔ اس سے زیادہ کذب اور دروغ بانی کیا ہوگی۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خدمتِ خلافت کے لیے پیش کئے ہیں اور جو سربا یہ میرے یارانِ طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے۔ انشاء اللہ میں خود اور میرے یارانِ طریقت اسی طرح خدمتِ خلافت میں حصہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سمرنا کے مظالمین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے۔ بحمد اللہ میں مسلمان ہوں، باایمان ہوں، اک رسول ہوں، حقیقی سید ہوں، مجھے ترکوں سے محبت ہے، اپنے سلطانِ معظم سے عقیدت ہے۔ میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضور سلطانِ معظم اور خدمتِ اسلام کے لیے پیش کرنے کو تیار ہوں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

وَلَا تَجِنُوا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآيَاتِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْحُرُوفِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآيَاتِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْحُرُوفِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآيَاتِ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْحُرُوفِ (پارہ ۴، نم: آل عمران، ۱۳۹) || لیکن ایک شرط ہے کہ تم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے۔

ہم مسلمان کہلا کر مسلمانوں کے سے نام رکھ کر ذلیل ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں ایمان نہیں رہا۔ تم پوچھو گے کہ ایمان کس چیز کو کہتے ہیں؟ ایمان "محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا۔ جس قدر محبت کامل ہوگی۔ اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔ اس دعوے کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

النَّبِيِّ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ نَفْسِهِمْ ۖ
 (پارہ ۲۱ : سورہ احزاب آیت ۶) ۥ سے زیادہ مالک ہے ۥ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :
 ”تم میں سے کوئی شخص ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، تا وقتیکہ
 وہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ کرے، کہ مجھے اپنے ماں باپ سے، اپنے بیٹے
 اور دنیا کی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔“

اس سے ظاہر ہے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ”ایمان“ ہے۔ اب تم بتاؤ
 کہ تم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہے۔ اور کون ہے جو
 یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایمان دار ہوں۔

”ایمان“ تو محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے۔ تم میں اس قدر محبت رسول
 (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نہیں رہی۔ تم تو دنیا کے ہو کے رہ گئے۔ دنیا کی عزت، چند روزہ شہرت پر
 مرے۔ اس عارضی وجاہت و حشمت کے لئے تم نے اپنے آپ کو کفار کے ہاتھوں میں دے دیا
 تمہارا ایمان کمزور ہو گیا اور تم ذلیل و خوار اور مغلوب ہو گئے۔ تم کب تک اسی طرح ذلیل و مغلوب
 کی کوشش کرو گے؟ آنکھیں کھولو۔ اپنے ایمان کی استقامت کی کوشش کرو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محبت کے طفیل ایمان دار بن جاؤ گے، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ
 مسلمانوں کو کبھی مغلوب نہیں ہونے دیتا، بشرطیکہ ان کا ایمان قوی ہو۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيبِكَ ۥ ۥ ”اے پروردگار! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرما۔“
 تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدا سے برتر
 دانا کے ملا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے۔
 فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا رَبَّكُمْ ۚ كُمْ مِّنْهُم مَّا كَفَرَ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَهُمْ كَارِهُونَ ۚ
 ”تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو
 تو ہم سے ڈرو۔“

میں نے سنا ہے کہ میری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں،
 میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کون سا خطاب قبول کیا؟ کونسی جاگیر حکومت
 سے حاصل کی ہے؟ کون سا تمغہ یا سند لی ہے؟ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی
 چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیسا ڈر! کیسا خطرہ! ڈرے وہ جسے دنیا

اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدا ہے پاک ہے۔ میرا مولیٰ ہے۔
مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ!! میرا رازق، میرا مالک خدا ہے برتر ہے۔ مسلمان کو خوشامد
سے کیا نسبت!! میں مسلمان ہوں، مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا۔
میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا چلنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا
اور محض خدا کے لئے ہے۔ میں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لیے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی جب (سر) آغا خان، مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)
کے لیے جلسے کرتے پھرتے تھے، تو انہوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا
(سر) میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر (آف باغبانپورہ لاہور) جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے
ہوئے ہیں تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے کہا کہ "میں آج بہت خوش ہوں کہ مجھے
دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا۔" میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا :
"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی
تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہا ہوں۔ جس دن میں کوئی
قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا۔ میں اپنا کھانا خراگ بچھتا ہوں۔"

اس جلسے میں (سر) شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی
ظفر علی خاں صاحب (ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور) اور خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے
میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے
کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے نوجوانوں نے کتنے کئے ہیں؟ ان حضرات
نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متلفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا،
اڈوایر صاحب لفٹیننٹ گورنر کو ایک محض نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیران عظام کے دستخط موجود ہیں، لیکن
میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں۔ میں کبھی لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے!
میں انشاء اللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں سید ہوں، آل رسول ہوں، باایمان ہوں۔
مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت کاملہ سے یقین ہے کہ میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال
کی بنا پر انشاء اللہ سادات بابرکات کی صف میں اٹھایا جاؤں گا۔

میں بیان کر رہا تھا کہ محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمال ایمان کا انحصار ہے۔

مسلمانوں! غور تو کرو، تم مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پلید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں، اپنے مسلمان بھائیوں کو چند پیسوں کے لیے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؛ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنائے، چہ جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اسے شہید کرے۔ اور اس کے ملک، اس کے خاندان، اس کے سنگ و ناموس کو اعدائے اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں، فساد کرتے ہیں، لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لیے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یہ محنت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں، تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شہداء اور وارثے کئے جا رہے ہیں، ان پر جو ظلم توڑے گئے، ان کی داستانیں سن سن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو مکہ معظمہ سے واپس آیا ہے، مجھے بتایا کہ وہاں اجناس خوردنی اور اشیائے ضروری کی اس قدر گراں بازاری ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیراٹا، اس روپیہ سیرگی اور سات روپیہ سیر گوشت ملتا ہے۔ جیسا محال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ توف ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مر رہے اور ہم مزے کی زندگی بسر کریں، لذیذ اور مرغین غذایں کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھربار، جان و مال، سب کچھ لٹانے والوں کا حال سن لیا، وہ بھوکے ہیں، تنگے ہیں، ان کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، ان پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو، تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو، اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول باہمی محبت و اخوت ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان مادرزاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضاءے یک دیگرند
 کہ در آفرینش ز یک جوہرند
 چو عضوے بدرد آرد روزگار
 دگر عضو بار مانند شہرند

بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب
 بھائیوں کو تکلیف پہنچے، ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ دکھ اٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا
 کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی (علی برادران)
 ہی رہ گئے ہیں، جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں، جیل خانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان
 مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں، تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 کہ جس میں غیرت نہیں، اُس میں ایمان نہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف کیوں
 برداشت کی؟ محض اس لئے کہ انہوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا تھا کہ "تم مصر چھوڑ دو" اور یہ
 کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا۔ تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جرم ہے؟ ہر ایک مسلمان
 بشرطیکہ وہ واقعی مسلمان ہو یہی کہے گا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ تو پھر محمد علی کا جرم کیا ہے؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان المعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ تم ہندوستان میں
 پیدا ہوئے یہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں؟
 کیا یہ بات اب تک راز ہے؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کے
 دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور تمام مسلمان ان سے محبت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ جس شخص کو سلطان المعظم سے محبت نہیں، اُسے اسلام سے
 تعلق نہیں۔ مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین سے ولی عقیدت اور محبت
 ہو۔ سلطان المعظم ہماری روح ہیں، ہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سر ہیں۔ ہم ان کے بل پر
 نازاں ہیں۔ وہ ہمارے لئے باعث افتخار ہیں، ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے
 اور وہی اکیلا بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلطان المعظم خلیفۃ
 المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان المعظم سے اور سلطان المعظم کا ہم سے وہی تعلق ہے جو انگریزوں کا عیسائی
 سلطنتوں سے ہے۔ انگریزوں! ذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرادیا۔ تم نے بہت ملک
 ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیئے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمہاری ہی
 تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو بھول چکے ہیں تم ہی نے یاد کرایا۔ اس میں تم ہی
 ہمارے استاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوجرانوالا میں تاز جمعہ کے بعد میں وعظ کر رہا تھا کہ ملک لافلا
 صاحب نے مجھ سے کہا، کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ میں نے اس وقت یہ لفظ کہہ نہ سکا کہ جس شخص کو خلافت

سے تعلق نہیں، اُسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سلطان المعظم ہمارے لیے مایہ صمد ہزار ناز و افتخار ہیں۔ ہماری عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔

میں آپ کو ایک پیش گوئی سنا رہا ہوں، آپ سن کر خوش ہوں گے۔ سلطنت عثمانیہ کا روشن کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مجلس تھا، تنگ دست تھا، مسافروں کی خدمت کرنا اُس کا شعار تھا۔ جہان نوازی اُس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو نہ ہوتا۔ جہان کی تواضع کرتا تھا۔ گاؤں والوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اُسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسے خدا یاد آتا ہے۔

چنانچہ عثمان بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میرا کہاں جاؤں؟ پیر صاحب نے کمال شفقت سے اُسے اپنے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا اس کے حوالے کر کے آپ اندر تشریف لگے۔

عثمان تمہکا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ جس طرف اُس کے پاؤں تھے، اُسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اُس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا قرآن مجید کے نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہ ایزدی میں گر گڑا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا اور عرض کرتا تھا کہ "میرے مولیٰ! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک رکھا ہے اور میں پاؤں لپسارے پڑا رہا مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے" رات بھر کھڑا رویا کیا۔

پچھلے پیر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا، عثمان! مبارک کہ آج رات قرآن شریف نے بارگاہ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گی تیرے لیے حکم ہوا ہے کہ "تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ" عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت! گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دے دیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ "غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ" عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اُسے بارہ سواری ملے انہوں نے اُسے ایک گھوڑا دیا اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان

ان سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطاعت قبول کرو یا میدان میں اترو۔ اس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی عثمان کوچ کرتا جاتا تھا اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسائی تھا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی، تو اسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان، کاندیزان چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد زینہ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آل عثمان کو یاد ہے۔ سلطان عبدالحمید خاں غازی مرحوم و مغفور نے حکم دیا تھا کہ "ایام جنگ میں ان کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی" اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرہ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو جاکم اور تمام عملہ عدالت ادب و احترام کے لیے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محوہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ:

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

گہائے گوشہ نشین تو حافظاً محرومش

(حافظ شیرازی)

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاہ دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صداعانی جاتی ہے اگر پہلے نہیں سنی جاتی تو اب سنی جائے گی۔

ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیئے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ "یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے، نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔"

امر تیسری میں کانگریس، مسلم لیگ، تلافیت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستانی سے کہا کہ "یہاں کوٹے جمع ہوئے تھے شور مچا کر چلے گئے ہمارا کیا لگے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر کانٹیں کانٹیں شور مچا کر چلتے بنے۔" لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے، نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام کریں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیر دیا۔ مکھیاں چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے منہ، سر اور اعضاء کو کاٹ کاٹ کر تمام جسم کو خراب کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں ہماری آوازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کانٹیں کانٹیں نہیں ہے۔ ہماری یہ کانٹیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ عنقریب رنگ لائے گی!!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دے دیں گے۔ میں کلمہ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمت اسلام خدمت خلافت کے لیے میری جان تک حاضر ہے مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں جس کا دل چاہے میدان عمل میں تجربہ کرے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر دیکھنا سنانے سے روکا گیا تو میں مسجد کے نمبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمہ الحق سناؤں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالم گیر (شہنشاہ اورنگ زیب) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کرنے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "جاؤ! عالمگیر سے کہہ دو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آگئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چلا سکتا۔ اب ہمیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔"

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلان کلمہ الحق کے فرائض بجالاؤں گا۔ کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سنانے سے روک سکے گا؟ کون ہے جو نام حق بلند کرنے میں مانع ہوگا میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان میرے ساتھ ہیں مجھے کیا خطرہ ہے! میرا

مولیٰ، میرا خالق، میرا رازق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! حالی مرحوم فرماتے ہیں: ۷

کوہ و دریا جن کے ہوتے تھے نہ ہرگز سدِ راہ وہ ارادے کیا ہوئے؛ اور وہ عزیمت کیا ہوئی

نیز فرماتے تھے ۸

ہم ہی ہیں اے آریہ ورت! ان سواروں کے سپوت جن کی جولاں گاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

میسور و نیل گری سے لے کر تمام ملک دکن، کشمیر اور تبت تک کلکتہ سے افغانستان،

بلوچستان تک، ملک سندھ سے چین تک، ہندوستان کے شمال سے جنوب تک، مشرق سے مغرب

تک، تمام ملک میں میرے یارانِ طریقت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز نہ سمجھا جائے۔ یہ

ایک قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغِ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں

اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں جرم نہیں ہے لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے

جاتے ہیں۔ ۹

گٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے عباد کی ہے نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے

مدتوں ہم نے وعدوں پر اعتبار کیا ۱۰

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے گراس پر بھی نہ وہ سمجھے تو پھر اس بُت سے خدا سمجھے

ہم نے لائیڈ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومتِ برطانیہ

کو مجبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت کو تو برضا و رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے

اب اپنے مواعید کا یہ حشر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بد دل کر دیا ہے۔

حکومت والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو، ملک چھین لو، جان چھین لو، لیکن

دل کو کون چھین سکتا ہے۔ ہم دل سے مخالفت کریں گے ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔

تم کو دوسرے کی آنکھ کا ترکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔

ہم کہتے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہونگے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اظہارِ نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے

پیش نہ کروں لیکن آج بامرِ مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت

قریب ہے اور ہمارے عزیز بھائی شاکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جانا ہے۔

اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سنتے جانے والا ہے۔

عہدہ ایس دعا از من و از جملہ جہاں آئیں آباؤا! شہ

ناظرین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس عظیم الشان اور تاریخی خطبہ کے ایک ایک لفظ سے قومی درد، بالغ نظری، روشن ضمیری، اسلام سے قلبی وابستگی، انگریز دشمنی اور خدا ترسی کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ کے اس فصیح و بلیغ، پُر جوش اور دروانگریز خطبہ نے عوام و خواص کے دلوں کو مسح کر لیا اور عوام خدمتِ خلافت کے لیے ایسے کمر بستہ ہوئے کہ آن کی آن میں ہزاروں کے خلافت نوٹ فروخت ہو گئے۔

مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) اپنے مخصوص مذہبی نظریات (روہانی نظریات) کی وجہ سے ہر وقت آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے مگر ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور میں آپ کا خطبہ صدارت سن کر، آپ کی جرأت و بیباکی اور ملت اسلامیہ کے لئے آپ کی قربانیاں دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخبار روزنامہ "زیبندار" لاہور میں آپ کو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا :-

۳۔۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا،

اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب

قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرأت

ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمان عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے

کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیر زادگان اس سے سبق حاصل کریں، اپنے اپنے

خطبہ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ

حضرت مدرس کے متعلق پھیلاتے تھے۔ اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان

خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا

مستحق نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے لئے اپنی

جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مدید تحریکِ خلافت میں حصہ نہیں

لیتا اس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافتِ خدا اور رسول

۱ "سیرت امیرت" ص ۵۸۸-۵۹۹
۲ "قوی کارنامے" ص ۵، ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قہرہ جز ۱
۳ ۱۹۶۱ء میں، اکابر تحریکِ پاکستان، جلد اول ص ۶۸

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو مسلمان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریک خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں اور طواغیت باطلہ کے خوف کو بلائے طاق رکھ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جائیں گے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کا نفرنس عنقریب راولپنڈی میں منعقد ہونے والی ہے۔ اس کی صدارت بھی کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اگر انہوں (حضرت امیر ملت) نے قبول کی تو یقیناً مسلمانان پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔ (اس کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت نے فرمائی تھی۔ قصوری)۔

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیراؤگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی تقلید کریں اور خلافت اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادی وطن کے تمام مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبہ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے۔

مولانا شوکت علی نے اس خطبہ کی پچیس ہزار کاپیاں انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ دوران تقریر جب مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ کوئی ہے جو راہ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟ تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت امیر ملت ہی کھڑے ہوئے تھے اور اپنے نہایت جاہ و جلال اور استقلال سے فرمایا تھا کہ:

۱۹۲۱ء بحوالہ سیرت امیر ملت، ص ۴۱۳، سہ ماہی "العلم" کراچی اپریل تا جون ۱۹۲۳ء ص ۶۹

”میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان سے فدا کرنے کو تیار ہوں“

مولانا شوکت علی نے آپ کے ایشیا کی بے حد تحسین کی اور آپ کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے یاد کیا۔ آپ کی اس اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے کہا :-

”واقعی آپے کو سنوسی ہند“ کا لقب زیادہ دیتا ہے“

تحریکِ خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں پر حکومت کے اخبار ”ہول اینڈ سلسری گزٹ“ لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :

”حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر جماعت علی

شاہ صاحب کا ہے“

جن دنوں آپ حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ مرزا محمد اصغر بیگ المناط بے اصغر یا جیکو

بیرسٹر و دیگر اراکانِ خلافت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جلسہ خلافت کی صدارت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا حالانکہ اسی روز واپسی کا ٹکٹ خریدنا چاہتا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا

اور بڑی جرأت و استقلال اور عزم و ہمت سے کام لیتے ہوئے صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں نامور

لیڈروں نے شرکت کی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر جس انداز سے کی، اس کی مثال ناپید ہے۔ آپ

کی تحریک پر تیس ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ آپ نے دورانِ تقریر نہ تو ریاست حیدرآباد دکن کی مصلحت

کا لحاظ فرمایا اور نہ انگریزوں کے خوف کا۔ آپ نے نہایت دلیری اور جرأت سے مسئلہ خلافت پر سیر حاصل

روشنی ڈالی اور انگریزوں کو ان کی بے ہمدی اور وعدہ خدانی پر کھری کھری سناٹیں۔

گوجرہ ضلع لائل پور (حال ضلع فیصل آباد) میں خان بہادر سر سید محمدی شاہ ممبر لیجسلیٹو

شیخ سنوسی سید محمد بن علی (سنوسی تحریک اور سلسلہ سنوسیہ کے بانی)، الجیریا کے معروف رہنما اور اپنے عہد کے مشہور

مجاہد صوفی تھے۔ بڑے عظیم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا۔ سنوسی سادات سے تھے

جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ ان کے صاحبزادوں سید محمد المہدی منور

اور سید محمد الشریف سنوسی نے بھی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ انگریز شہمی میں کمال حاصل کیا۔ چونکہ حضرت

امیر ملت بھی ہندوستان میں سرفروشانہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ لہذا ان کی نسبت سے حضرت کو

”سنوسی ہند“ کے لقب سے ملقب کیا گیا (قصوری)

”قومی کارنامے“ ص ۸۰، سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۴ - ”قومی کارنامے“ ص ۵

”سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۵ - ”قومی کارنامے“ ص ۵، سیرت امیر ملت“ ص ۴۱۵

دفعہ ۱۹۲۶) سرکاری درباری آدمی تھے۔ اُن کا بڑا رعب اور دبہہ تھا۔ اُن کے خوف سے ارکانِ فدایت شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمن سیکرٹری خلافت کمیٹی لائل پور (حال فیصل آباد) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کر کے عہدیدار مقرر کیے۔ اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۵ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے دیکھا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کی نقل و حرکت پر پابندی لگانے کے عزم و غیب اور بھونڈے طریقے اختیار کئے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ مردان (صوبہ سرحد) کے دورہ پر تھے کہ اسٹنٹ کمشنر کے حکم سے ایس پی وغیرہ پولیس کی بھاری گارد لیکر آئے اور آپ کو اسٹنٹ کمشنر کے پاس لے گئے۔ اُس نے کہا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں لہذا ۲۳ گھنٹے کے اندر اندر صوبہ سرحد کی حدود سے نکل جائیں۔ ۱۹۲۲ء میں چیف کمشنر کوٹہ نے خدماتِ تحریکِ خلافت کی بنا پر بلوچستان میں آپ کا داخلہ بند کر دیا۔ اسی طرح کشمیر میں بھی دو سال تک آپ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامیِ اسلام اور خادمِ خلافت ہیں۔

۵ - حرلیوں نے جا جا کے ریٹ لکھوائی ہے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

کالی کٹ علاقہ مالابار (انڈیا) کثرتِ آبادی کی وجہ سے میلوں کے طول و عرض میں پھیل گیا ہوا ہے۔ آپ تحریکِ خلافت کے سلسلہ میں وہاں تشریف لے گئے۔ تو اہالیانِ شہر نے آپ کا فقید المثالے استقبال کرنے کے لئے کاروبار بند کر دیا۔ حکومت نے دفعہ ۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر بلا خوف و ہراس دس ہزار کے استقبالی ہجوم کو تین گھنٹے تک خطاب فرمایا اور بڑی فصاحت و بلاغت سے تحریکِ خلافت کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ آپ کی تقریر اردو میں تھی، ایک مالاباری ہندو پیر ستر ترجمہ کر کے اپنے ہم وطن مالاباریوں کو سنا رہا تاکہ حاضرین پوری طرح مستفید و مستفیض ہو سکیں۔ حکومت کو قانون شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

کالی کٹ سے آپ تلچری اور مالابار کے دوسرے مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں

بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی یہی ہوا کہ اہالیانِ شہر اپنے اپنے کاروبار چھوڑ کر آپ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور جلسے منعقد ہوئے جن میں ہزاروں لوگ حوق در حوق شریک ہوتے تھے۔ آپ چونکہ مالاباری زبان سے ناواقف تھے لہذا اردو میں تقریر فرماتے

تھے اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ مسئلہ خلافت کی اہمیت اور اعانت کے ساتھ حکومت انگلشیہ پر ملامت اور بد عہدیوں پر انگریزوں کی مذمت ان تقریروں کا حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اعانت و حفاظت آپ کے ساتھ تھی۔ کسی جگہ بھی حکام کو جرأت نہ ہوئی کہ قانون شکنی کے الزام میں دست درازی کر سکیں۔

بالا بار سے آپ ترلوہ تشریف لے گئے جو کہ نیلگرھی کے دامن میں اور لبابین کے قریب واقع ہے۔ یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کر کے آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام نے یہاں بھی جلسہ سے قبل دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ آپ تشریف لائے تو دفعہ ۱۴۴ کی پرواہ کئے بغیر جلسے کی صدارت کی اور کئی گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ یہاں بھی ایک وکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے آپ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

کوہ مطور (علاقہ مدراس) کی خلافت کمیٹی کے ارکان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجلاس کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی مگر آپ نے بالکل پرواہ نہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے۔ آپ صدارت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرماتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومت وقت کو واٹسگاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

اسی طرح لبابین زیر کوہ نیلگرھی میں ہزاروں کے مجمع میں آپ نے خلافت کے متعلق ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ علاوہ ازیں تاراپورم، پلنگم پرنگم واقعہ علاقہ لبابین میں بھی خلافت سے متعلق معرکہ آرا تقاریر ہوئیں جن سے ان مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہو گئے۔ علاقہ کورگ سیر کراراج چندر پٹی متی بلکنڈ جو میسور سے اتنی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے۔ حضرت امیر ملت کی ہی ذات گرامی ہے جو ایسے دور و دراز مقامات پر خلافت کی حمایت اور خدمت کے لئے تشریف لے گئے اور جلسے منعقد کر کے ان شہروں سے چندہ فراہم کر دیا اور مقامی سیکرٹری کی معرفت بمبئی پہنچاتے رہے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اکناف و اطراف ملک کے اتنے دورے کئے کہ عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور آپ نے

اپنے صدارتی خطبوں میں مسئلہ خلافت کی اہمیت واضح کی۔ سیٹھ محمد صاحب سیکرٹری خلافت کمیٹی میونسٹی
 کے ذریعے بہت سا چنڈہ بھی مرکزی خلافت کمیٹی آفس کو روانہ فرمایا۔ سیٹھ علی محمد، سیٹھ نذر محمد صاحب
 آف بنگلور نے آپ کے ارشاد پر ان جلسوں کے انتظام و انصرام میں گہری دلچسپی لی۔ جب آپ بنگلور میں
 جلوہ افروز تھے تو اس وقت مولانا محمد فاخر الہ آبادی (ف ۱۹۳۰ء) خلافت کمیٹی کے لئے چنڈہ اکٹھا کرنے کیلئے
 آئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جیب خاص سے ان کو خلافت فنڈ میں ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا
 اور یارانِ طریقت کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً چنڈہ کا حکم دیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں روپیہ
 کا چنڈہ ہو گیا۔ ۱۵

راولپنڈی (۱۹۲۱ء) میں پنجاب خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کی صدارت کے
 لئے بھی آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقاء جلسے میں شرکت فرمائی
 اور حسب سابق یہاں بھی مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور انگریزی حکومت کو اس کے وعدے
 یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر قرار واقعی ملامت فرمائی۔ آپ نے سب سے پہلے اس جلسہ میں اپنی جیب
 سے گرانقدر عطیہ دیا اور پھر آپ کی پیروی میں ذرا سی دیر میں بہت بڑی رقم جمع ہو گئی۔ ۱۶
 تحریک خلافت میں آپ کے مریدین نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کا
 روشن باب ہے۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین دیکل (ف ۱۹۵۲ء) کو ہاٹ میں بابو عبدالعزیز
 (ف ۱۹۱۹ء) نے جان کی بازی لگا کر تحریک کو پروان چڑھایا۔ آپ کے خلفاء میں سے پیر سعید شاہ کوہاٹی
 (ف ۱۹۶۰ء)، حافظ علی احمد جان پشاور (ف ۱۹۵۷ء)، مولانا غلام احمد انگریزی (ف ۱۹۲۷ء) ماٹر
 محمد کرم الہی ایڈووکیٹ سیال کوٹی (ف ۱۹۵۹ء)، مولانا نور الحسن سیال کوٹی (ف ۱۹۵۵ء) پیر ولایت شاہ
 گجراتی (ف ۱۹۶۰ء) وغیرہم نے بھی دیوانہ وار حصہ لیکر تحریک خلافت کے لیے بے پناہ کام کیا۔ ۱۷
 آپ کے فرزند اکبر پیر سید حافظ محمد حسین شاہ (ف ۱۹۶۱ء) نے آپ کے شانہ بشانہ کام کر
 کے تحریک خلافت کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ پورے بڑے غیر میں تحریک خلافت
 کے اکثر عہدیداران آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے سیکرٹری محمد زکریا، اہم اراکین محمد علی اسمعیل
 سلیمانی وغیرہم بھی آپ کے غلاموں میں سے تھے۔ غرض آپ نے اپنی جیب خاص سے اور آپ کے مریدین نے
 لاکھوں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

۱۵ "قومی کارنامے" ص ۱۰۹، "سیرت امیر ملت" ص ۳۱۷، ۳۱۸

۱۶ "سیرت امیر ملت" ص ۳۱۸

۱۷ "سیرت امیر ملت اور ان کے خلفاء" مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۳ء۔

سیال کوٹ میں خلافت کا عظیم الشان جلسہ ہوا تو صدارت کے لیے آپ کے حضور درخواست کی گئی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں فصاحت و بلاغت، دلائل و براہین اور حق و صدارت کا ایسا پھریرا بلند کیا کہ حاضرین عیش عیش کرا گئے۔ آپ نے مسئلہ خلافت کو عوام و خواص کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ آپ کے اس عدیم النظیر اور عدیم المثال صدارتی خطبے کے بعد آغا محمد صفر صدر خلافت کمیٹی سیال کوٹ دف ۱۹۲۵ء نے کھڑے ہو کر کہا :-

”ابے تکے خلافت کی خدمتے محض تقریروں سے ہوتی تھی۔ آج حضرت شاہ صاحب نے اس جلسہ کی صدارتے فرمائی ہے۔ ابے انشاء اللہ تعالیٰ ہماری خدماتے کامیابے ہو جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحبے قبلے اس جلسہ کی صدارتے فرما کر حق بحق وار رسید کا ثبوتے دیا ہے۔“

تحریک خلافت کے دور میں ہی ایک سیرسٹریٹو لی محمد پشوری دف ۱۹۵۹ء نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اسلام کی بھی کچھ خدمت فرماتے ہیں؛ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

”بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمتے نہیںے ہوتیے، اس روز کا کھانا میرے اپنے اوپر حلالے نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔“

تحریک خلافت میں اگرچہ آپ نے تن من و دھن کی بازی لگادی تھی مگر یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آپ نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ واصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف اپنی مطلب برآری کے لیے ظاہری طور پر ہمدرد اور یہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کید نفس اور خبیث باطن پر تھی۔ اس لئے آپ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ”یہ ہمارے دشمن ہیں، ان سے بچو۔“ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور کے موقع پر جب مولانا شوکت علی نے دوران تقریر کہا کہ ”ہندوستان کے تمام ہندو بھی ہمارے ساتھ ہیں۔“ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ”یہ شوکت علی کہتے ہیں، میں نہیں کہتا کیونکہ ہندو کبھی بھی ہمارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔“

علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بے نقاب کیا ہے۔

نگہ دار و برہمن کا یہ خود را نئی گوید بہ کس اسرار خود را
 بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر بدوش خود برد ز تبار خود را

چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اُس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا،
 اور کہاں در پردہ ہندو زعماء شہمی اور سنگھٹن کے لیے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اٹھا اور
 لاوا پھٹا تو سب کو نظر آ گیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور مدراہنت کی روش پر گامزن تھے۔ اندری
 حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا، اُس میں آپ کبھی شرکت نہ فرماتے۔
 آپ کے خلیفہ عظیم حضرت مولانا حامد حسن قادری (ف ۱۹۶۴ء) مصنف ”داستان اردو“
 نے کیا خوب کہا ہے۔

جس نے بن کر مجاہد اسلام اہل اسلام کی قیادت کی
 جس سے سعی و عمل کے میدان میں دین سے حد ملی سیاست کی

امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کی ابتداء میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور قتل کرنے کے لیے شدید تحریک کا آغاز کیا اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر اپنی مکروہ و مذموم سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسی درسگاہیں اور ٹریننگ سنٹر کھولنے شروع کر دیے جس میں نو عمر ہندوؤں کو اسلام کے خلاف نفرت کا درس دیا جانے لگا۔ اور فون حریب آگاہ کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے جتہ و دستار پوش حضرات کے ایک گروپ کو طبع و لالچ دیکر اپنی لنگونی کا ایسر بنا لیا اور یہ لوگ سوا عظیم السنّت و جماعت کو کفر و شرک کے فتوؤں سے نوازنے لگے۔

ہندوؤں نے جب محسوس کیا کہ انہوں نے اپنی جڑیں کسی حد تک مضبوط کر لی ہیں اور جتہ و دستار پوش حضرات جن کی زبانوں سے قال اللہ، قال الرسول کی صدا میں بلند ہوتی تھیں لیکن دل رام رام اور واہگرو کرتے تھے، اُن کے ساتھ ہیں۔ تو انہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر خالص ہندو ازم کا معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

ہندوؤں کے اس ناپاک منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے علماء و مشائخ و اولیاء دار میدان میں کودے اور اس خبیث اور شیطانی اسکیم کو ملیا میٹ کر دیا۔ سنو سی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت صدر الافاضل حضرت

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۵۲ء) مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء) تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی (ف ۱۹۶۶ء)

مولانا نثار احمد کانپوری (ف ۱۹۳۱ء) مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری (ف ۱۹۳۲ء) حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالوی (ف ۱۹۵۲ء) قدس سرہ ایم اور اُن کے متعینین نے اس سلسلے میں عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے۔ ان حضرات نے مختلف طریقوں سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے

آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی قائم کردہ انجمن قدام الصوفیہ ہند نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا وہ عدیم النظیر ہے۔ آپ نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے طوفانی دورے کئے، سینکڑوں مبلغ میدان ارتداد میں بھیجے، کئی مدرسے قائم کئے اور اپنی جیب خاص سے بے شمار روپیہ صرف کر کے اسلام اور قوم کی لاج رکھ لی۔ اس سلسلہ میں اگرہ میں آپ کا ہیڈ کوارٹر عرصہ دراز تک رہا۔

لیکن ہندو اپنی سرشت سے مجبور ہو کر آسے دن نت نئی سیکمیں بنا رہے تھے تاکہ برصغیر سے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ ان حالات میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین احمد مراد آبادیؒ نے ۱۹۲۸ء میں یہ نظریہ قائم کیا کہ اگر ہم نے منظم ہو کر جدوجہد نہ کی تو چند سال بعد ہندوؤں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے برصغیر کے ہر ایک سنی عالم کو جھنجھوڑا اور مہیب خطرات سے آگاہ کیا کہ اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی تو پھر جو انجام ہونا ہے اُس کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ملک کے تمام اعظم و اکابر اہلسنت علماء و مشائخ کو مراد آباد مدعو کیا تاکہ سر جوڑ کر اس مسئلے کا حل تلاش کیا جاسکے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ جو خود بڑی متحرک اور حساس طبیعت کے مالک تھے اور سواد اعظم کی فعال تنظیم کے لئے عرصہ سے بے چین تھے، انہوں نے سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور اپنی تمام تر کوششیں اس سلسلے میں صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ کی تائید و حمایت اور زیر سرپرستی ۱۸، ۱۷، ۱۹، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (انڈیا) میں پہلی آل انڈیا سنی کانفرنس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کو کامیاب و کامران بنانے کے لئے برصغیر کے کونے کونے سے حضرات علماء و مشائخ کرام، مراد آباد جلوہ افروز ہوئے اور بڑے غور و خوض کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی اور اتفاق رائے سے حضرت امیر ملت کو صدر اور حضرت صدر الافاضل مراد آبادیؒ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

اس کانفرنس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار اجتماع کی مثال نہیں مل سکتی، وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا

۱۔ "حیاتِ صدر الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی طبع دوم، لاہور ص ۸۰-۱۶۹، محدث علی پوری کے کاتبانہ
از مولانا عبد المجید قصوری مطبوعہ اگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۱۵۔ ہفت روزہ "افق" کراچی۔ "کل پاکستان سنی کانفرنس"
نمبر ۱۹۷۸ء، بابت ۱۳، اکتوبر تا ۲۳، اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۱۸۔

مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے جلسے دیکھے ہیں، جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منظم، باقاعدہ اور پُر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

اس کانفرنس کی سب سے پہلی چیز جو ہر کسی کو متاثر کرتی تھی، وہ رضا کاروں کی جمعیت تھی جن کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ لوگ باقاعدہ دروہیاں پہنے ہوئے نہایت صبر و سکوت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ کانفرنس کی تاریخوں میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں ملتی جس میں کاروں کی راحت کا انتظام ہو۔ اسٹیشن پر گاڑی کے وقت ان کی کافی جمعیت کا پہنچنا ضروری تھا۔ ہر خیمہ پر دو رضا کار متعین تھے جو رات دن ہمان نوازی کا فرض ادنیٰ درجے کے خادموں کی طرح ادا کرتے تھے اور رات بھر ہر خیمہ کی نگرانی دور رضا کاروں کے سپرد تھی۔ رضا کاروں کے انتخاب لاجواب میں غالباً اس بات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ وہ پست آواز ہوں اور معمولی اشاروں سے وہ زیادہ کام لے سکتے ہوں۔ چنانچہ سینکڑوں کی جماعت موجود تھی اور ہر کام باقاعدہ جاری تھا، مگر خیمہ کے اندر بیٹھنے والا بھی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس میدان میں اس خیمہ کے سوا بھی کوئی آبادی ہے۔ بعض حضرات بلیا ختم کہہ لٹھے تھے کہ اس ملکوتی انتظام کو کیا کہا جاسکتا ہے کہ چار دن تک کانفرنس کے ارد گرد کی زمین پر نہ گنا نظر آیا اور نہ کوئی پرندہ۔ خیمہ سے باہر نکلو تو ایک میلہ ہے لیکن اس قدر ساکت کہ گویا ہر ایک مراقب ہے اور اگلے فرض میں مشغول ہے۔ کیا اس پر تعجب نہیں کیا جائے گا کہ جس باورچی خانہ میں دو وقت ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکا آہو، اس سے دیگ کے ٹھوکنے کی صدا بھی نہیں نکلتی اور نہ زمین پر کچھ نظر آتا ہے۔ یہ رضا کار، ہمالوں کی جوتیاں بیدھی کرنے والے وہ لوگ تھے جن میں بعض فارغ التحصیل علماء اور بعض درجہ تکمیل کے طلباء اور بعض رؤسائے شہر کے نونہال فرزند وغیرہ وغیرہ۔ یہ انہی رضا کاروں کا کام تھا کہ بغیر کسی شور و غل کے بیک وقت ہر خیمہ میں روزانہ تین وقت کھانا پہنچا دیتے تھے اور بیک وقت ہمان کھانے پینے سے فارغ ہوتے تھے۔

کانفرنس میں دوسرا نظارہ ہمالوں کا تھا۔ جن میں چھ سو کے قریب صرف علماء کرام و واعظان اسلام و مفتیان ذی الاحترام کا اجتماع تھا اور سندھ سے لیکر ہند کے تمام صوبوں کے مقصد حضرت تشریف لائے تھے۔ بریلی، علی، رامپور، مراد آباد، علی پور سیدان اور کچھوچھو شریف وغیرہ جیسے مرکزی علمی و روحانی مقامات کے اکابر سب موجود تھے، جن کی زیارت سے ہر شخص مشرف ہو رہا تھا اور انہی ہمالوں میں ایک مبارک ہستی ایسی تھی جس کی نیاز مندی و غلامی پر لاکھوں مسلمانوں کو ناز ہے اور جن کی شرکت نے

کانفرنس کو غیبی تائید سے موید کر دیا تھا۔ میرا اشارہ سنوئی ہند امیر ملت حضرت بابرکت قدسی
 نزلت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی طرف ہے۔ حضرت امیر ملت
 کی موجودگی نے کانفرنس کے مقاصد کو جو نفع پہنچایا وہ تو پہنچایا لیکن سب سے روشن برکت کا مظاہرہ
 و زانہ اس امر کا ہوتا تھا کہ بے شمار لوگ حضرت سے شرف بیعت حاصل کرتے تھے اور کئی
 حضرات نے خلافت و اجازت کی دولت لازوال بھی حاصل کی۔ غرض یہی ایک کانفرنس تھی جس
 میں اہل سنت و جماعت کے اکابر علماء و مشائخ اس تعداد میں موجود تھے جس کی کوئی مثال ماضی میں
 نہیں ملتی۔

کانفرنس گاہ کا شمالی حصہ خیموں سے آباد تھا اور جنوبی حصہ کانفرنس کے اجلاس کے
 لیے مخصوص تھا اور مغربی جانب سڑک تھی جس کے کنارے باورچی خانہ، انکواری آفس، سٹی کانفرنس
 پوسٹ آفس اور دیگر دفاتر کا سلسلہ تھا۔ اس کے بعد دورویہ کھانے اور چائے وغیرہ کی باقاعدہ
 دکانیں تھیں۔ اجلاس کا جو پنڈال تھا اس میں چالیس پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی اور عورتوں کے
 لیے پردہ کا کافی انتظام تھا۔ علمائے کرام کی نشست کے لیے ممتاز جگہ بنائی گئی تھی اور وہ اس قدر
 وسیع و عریض کہ اس پر چھ سات سو حضرات آرام تشریف فرما ہو سکیں۔ حضرات علمائے کرام کی
 نشست اس قدر تھی کہ اکثر بڑے جلسوں میں جو تمام حاضرین جلسہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اور
 بمعونہ تعالیٰ وہ تمام جگہ بالکل پُر رہتی تھی اور حاضرین سے پنڈال بھرا ہوا نظر آتا تھا اور کہا جاتا ہے
 کہ عورتوں کا شمار کئی ہزار تک پہنچتا ہے۔

پہلے دن بعد نماز عشاء افتتاحی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا۔ چنانچہ لوگ بڑے ذوق و
 شوق کے ساتھ بہت پہلے سے ہی جمع ہونے لگے تاکہ علمائے کرام کے نزدیک جگہ باسانی پاسکیں
 اور بعد نماز عشاء سارا پنڈال حاضرین پر تنگ ہو گیا۔ تمام ڈیلیگیٹ اور حضرات علمائے کرام مقام
 جلسہ میں تشریف لے آئے۔ اجلاس کی کارروائی تلاوت قرآن پاک و حمد و نعت سے شروع ہوئی
 پھر حضرت امیر ملت قدس سرہ، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے ارشاد کے مطابق اس اجلاس کی
 جن خوش نصیب لوگوں کو آل پاکستان سنی کانفرنس ملتان ۱۹۷۸ء اور کل پاکستان میلا مصطفیٰ
 کانفرنس رائیونڈ ۱۹۷۹ء میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں روحانی، نوری اور ملکی اجتماعات
 کے حسین مناظر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان اجتماعات کو مد نظر رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۵ء میں نفوس قدسیہ
 کا یہ عظیم النثیر اجتماع کیسا ہوگا؟ (قصوری)

صدارت حضرت پیر سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی (دف ۱۹۳۶) نے فرمائی اور حضرت مولانا محمد الہ آبادی شاہ حامد رضا خاں بریلوی (دف ۱۹۴۲) نے خطبہ استقبالیہ شروع کیا جو اس اجلاس کے آخر تک ختم ہوا اس کے بعد روزانہ ۱۹ مارچ تک دو وقتہ شاندار اجلاس ہوتے رہے جن میں حضرت

امیر ملت (دف ۱۹۵۱) حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی (دف ۲۵-۱۹۲۴) پروفیسر مولانا سید سلیمان

اشرف بہاری (دف ۱۹۳۹) مولانا سمون حسین رامپوری (دف ۱۹۳۳) مولانا محمد یعقوب حسین اعجاز

بلاپوری (دف ۱۹) مولانا عبد المجید آنولوی (دف ۱۹۴۳) مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی آنولوی (دف ۱۹۵۸)

مولانا محمد حسین اجمیری (دف ۱۹) مولانا محمد حسین عباسی چڑیاکوٹی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری لکھنؤ

(دف ۱۹۳۲) مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (دف ۱۹۳۸) دیگر بہت سے بزرگوں نے اپنے ارشاد

عالیہ سے حاضرین کو مستفیض و مستفید فرمایا۔ ان تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت فرماتے رہے۔

آخری اجلاس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمائی۔ اس موقع پر آپ

جوفی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ لفظ لفظ سے عشق و محبت

صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں مذہب اسلام کی حقانیت، حالات حاضرہ

فقر، ارتداد، اتقاق و اتحاد، اصلاح معاشرہ، دنیاوی تعلیم، رسوم بد، اخوت و یگانگت اور سنی

کانفرنس کے اغراض و مقاصد کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس خطبہ نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

یہ خطبہ جوش و خروش، فصاحت و بلاغت اور تعبیر و فکر کے لحاظ سے عظیم النظیر تھا۔

لیجئے یہ نادر خطبہ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے قلب و جگر کو گرمائیے :

خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان
رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے
ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں
اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لائے
ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے
ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے
بڑے اعمال سے، پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ
وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَتَوَكَّلُ عَلَیْہِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ
الْفُسُیْكَ وَمِنْ شَرِّ
اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ

۱۔ ماہنامہ اشرفی کچھوچھو شریف بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۲۰۔ ۲۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی
”سنی کانفرنس“ بابت اکتوبر نومبر ۱۹۶۸ء ص ۶۳ تا ۶۷۔

Marfat.com

اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لیے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لیے کوئی ہدایت والا نہیں اور ہم گمراہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اسکے بندے اور رسول ہیں۔

فَلَا مُمْضِلَ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ
وَلَنْ نُشْهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَنْ نُشْهِدَ أَنْ سَيِّدُنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ •

اما بعد خالق ارض و سما مالک ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ :

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورہ : ۷۰) || اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی
خلقت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لا تعداد درود و سلام بروح پر فتوح طاہرہ مطہرہ منورہ مقدس سرور کائنات مفرج موجودات شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دائمًا ابدًا کثیرا کثیرا، جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نور ایمان نصیب ہوا۔ انسان پر خداوند عظیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا، **وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا** (سورہ نحل ۱۸۱) || اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے۔

نقص مرتکب اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔ فضل خدائے راکہ تو اند شہار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بے نظیر ہیں مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں تمیز فرما کر یحییٰ بکم اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولا کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ہر سر سوز بان بن

کہ اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام بیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی۔ اور اس خدمت کو اپنے لیے باعثِ نخر سمجھا اور جو کام کیا غالباً بوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوق خدا کی خدمت اُن کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوندِ عالم کی خوشنودی کے لیے کی۔ کیونکہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجاوہ و دلق نیست

اس مالک خالق ہر دوسرا کلیے حد شکر ہے کہ اُس نے فقیر کو اپنے کمالِ لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثانِ حضرت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس مجلس میں اس خدمتِ جلیلیہ کے لیے سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ظہر شکرِ نعمت ہائے تو چندان کہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلیہ کے لیے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم من لعمر شکرنا الناس لعمر شکرنا اللہ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لیے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام! حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (سورہ آل عمران: ۱۹) || "دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے" کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمانِ عالی شان: وَرَضِينَا لَكَ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ مائدہ: ۳) || "اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے" سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا || "اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے فَلَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ" (آل عمران: ۸۵) || اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خلافتِ ہیمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیبِ مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوندِ عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیہ شریفہ :

إِنَّا خَلَقْنَا نَسْتًا لَكَ الذِّكْرَ ۖ وَإِنَّا لَنَافِظُونَكَ (سورہ حجر : ۹۰) ۥ ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۖ يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (آل عمران : ۳۱) ۥ

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہل بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کیلئے قرآن پاک میں حکم ہے :

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ الْتَّوْحِيدِ ۖ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُسْتَمِعٌ لُنُورِهِ ۚ وَلِلَّهِ الْكَافِرُونَ ۗ (سورہ صف : ۸) ۥ

”ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافر برامانیں۔“

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خدہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندین اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوندِ عالم کے محبوب کا مقول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہل اسلام پر آئے مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموچہ ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدبانی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانہ ہر طرح سے ہدف

تا کہ مصائب و آلام اور نشانہ تیر و تیرت و بلا سے ہوتے ہیں۔

حضرات! حالات زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سولے تفسیر اوقات کے اور کچھ ہو گا مگر فقیر مجھ لاچار ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اس کے حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے۔

حقانیت اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے بجا مذہب ہے، وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر میرا ہوا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے بجا مذہب ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہوتے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہزار آدمی کھڑے ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں کاپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ سولے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب کاپڑے کا ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخوبی خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کاپڑے کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام کا ہے کیونکہ جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

① فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہال رائڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سرشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا۔ پھر بھی جو دلائل وہ پیش سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہال رائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتانا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سوشل سائنس دان ہیں جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدر ممبران پارلیمنٹ کا مل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبیر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے ایک قانون بناتے ہیں مگر اس قانون کو جاری ہونے سے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ ہمیں اس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔"

کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا مگر تمہارے
 غیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امتی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا
 جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی بلکہ وہ ہر زمانے کے
 لیے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون، خدائی قانون ہے اور
 وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

۲۔ بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی ایسکپ، فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ "میں نے
 دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا
 ہے تو مسلمانوں کا ہے۔" فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں۔" اُس نے دریافت
 کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح؟" فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے
 یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو
 دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی۔" میم صاحب نے
 کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرا صاحب کیا کرے گا؟" فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر
 میں جائے گا، تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی۔" نیز فقیر نے کہا کہ تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے
 پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا۔" اُس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں"
 فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے
 ایسی بچی مسلمان بن کر اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی اور تمام ارکان اسلام کی پابند
 اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اُس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو
 دو سال تک آریہ لوگ درغلالتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ
 مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لاکھوں روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس
 بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحب نے کہے
 تھے کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقہ ذکر میں بٹھایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں
 داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان
 بہادر سید محمد حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا
 کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اسی وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔" بھلا

وہ کیسے اُس وقت اُس کو ہوش میں لاسکتا تھا۔ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

۲۔ سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ ”نہایت افسوس کی بات ہے
دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو مگر خدا کے نام پر تاثیر کو نہیں مانتے“ وہ سخت شرمندہ ہوا۔
شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجد
دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے پیار
کو گود میں لئے دم کرنے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت
کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں۔ اور یہ یقین رکھتی ہیں
کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

۳۔ اور سیٹھ، انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔
بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیئے۔ ایک مولوی صاحب نے اُس سے دریافت کیا
تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف
میں ہوں سب حاصل کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا ”تو دیوانہ ہے یہ
قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال
بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا لاکھوں قرآن شریف سمندر میں نرق کر دو تو بچوں
قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔“
کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر
کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت
تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت
میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہونے
کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

۴۔ قرآن شریف کے حروف ”پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو“ رکوع ”پانچ سو چالیس“ سورتیں
سوچو ”آیات“ چھ ہزار چھ سوچھ“ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب
تینے حروف ہیں؟ کیا کوئی اور مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سن سکتا
ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں جو کلام اللہ کے حافظ ہیں
۵۔ جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی

انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا مومن کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھالیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھالیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان خصوصاً بھارت و ریش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے۔ جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہندو کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

۷) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں مگر مشتے نمونہ از خردار سے، فقیر دو تین آپ کے روبرو پیش کرتا ہے۔

۱۔ تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا اور وہ ایسی کند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔
۲۔ کسی شخص کو اگر باؤ لے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا اس رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤ لے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

۳۔ تین ماہ کا عرصہ ہوا، فقیر ریاست رامپور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ ”میری عورت کو سات دن سے دروزہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دایاں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لا علاج بتا دیا ہے۔“ فقیر نے اپنے پاس سے تین کچوریاں لے کر ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی) کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے

کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارک باد دی کہ خدا کے فضل سے پیغمبر ہو گیا محض کلام الہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورت پڑھ کر دم کرے گا، وہ مفقود الخیر بچہ اگر خدا سے تعالیٰ کو منظور ہو تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صد ہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالات حاضرہ ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت جرمن الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے، آگیرا کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفہ اسلام یورپی دُول کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کھاری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک ایک شور برپا ہو گیا کہ دُولِ یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا چونکہ خلافت اہل اسلام کا ایک مقدس مشلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھو کھارو پیر اس مقصد کیلئے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں، لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ زاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرتِ مولا کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُولِ یورپ کے بچوں سے پہلے تو خلیفہ اسلام اور مقامِ خلافت کے رہا کرنے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا، اور دوسری طرف تو کان اترار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفہ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہی ترکوں کے آباء و اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انہوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو جین جین قتل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرتِ جوش میں آئی تو کیا ہوا! ترک، دو صوفیائے کرام خواجہ محمد علیہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد در بندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی، رحمۃ اللعالمین کی شان میں جلوہ گرے

اس لیے اُن کے نور باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحور کیا کہ اُن کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نور خداوندی کو بچھلنے کے لیے جا رہے تھے، مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجر تسلیم ہو گئے اور اسلام کی وہ وہ خدایات کہیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اسی طرح انہی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادم خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فِتْنَةُ اِندَادَا
ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہل ہندو کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی، جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستان توحید اور غلامان اسلام کو جادہ حق سے منحرف کر کے اُن کو شُدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشا اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کہ ز آسماں آید

گر چہ بردگی سے قضا باشد

برز میں نار سیدہ می پُرسد

خانہ انوری کجا باشد

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گورنمنٹ کل کانگری نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، اگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکائوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لیے بہت سے پرچارک مقرر کیے۔ روپیہ کالاج اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکائوں کو ہندو بنانے کے لیے لکھو کھا روپے جمع کئے گئے۔ جس میں اہل ہندو کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے حصہ لیا۔

جو دکھ غریب مسلمان ملکائوں کو دیا گیا وہ ناقابل بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے

کی کوشش کی گئی۔ کسی پر ناجائز دباؤ اور زبردستی ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو پتوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل درواہل اسلام نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد ہی انجمنوں، فتنہ ارتداد کے سدباب کرنے کا ہتھیار لیا۔ اور سرگرمی سے شہمی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکالوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرسے متحرک گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا اور جو کام کر دکھایا، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور صفحہ روزگار پر تا ابد درخت رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۳۴ مدارس علاقہ آگرہ، مہتمم، دہلی، ایڑہ، پلند شہر، گڑگانوال، علی گڑھ، فر آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے مگر حضرت اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لیے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر حکم :

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ظَنُورًا (۸۱) || (اسے محبوب) فرمادیتے تھے کہ حق آیا اور باطل ختم ہوا۔

(ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیے کیونکہ

آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے مہتمم ایس دیانند کو

آریہ مت کا باقی تھا، سو سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہندو کے لیڈر

جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو ملانے اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہی

کے لیے کسی پریشیدہ اور ظاہر کمپینیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لیے لکھو گھارو پینہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے

معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادہ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لیے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اپنے منہ بھی اُصولوں سے پوری ذری واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اپنے بچوں کو اُصول اسلام اور حقائق اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار "تنظیم" امرتسر اور اخبار "زمیندار" لاہور اور ان سے قبل اخبار "ملاپ" میں ایک طویل مضمون لالہ ہر دیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر دیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پیٹنی نے اسے بھرا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :

"اہل ہندو کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز دشمنی سے ہندو بنا کر اہل ہندو کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سورا جیہ حاصل کر لو اور بھارت و شش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شہدہ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم نہیں کر سکتے تو پہلے سورا جیہ حاصل کر لو۔ یہ سورا جیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدرآباد دکن، کاسانہ ہو بلکہ کامل داد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و شتم کی تحریف اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یا للجب! بڑی دُور کی سوچی حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلا وطن اور اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو لایا جائے۔ ادھر ناما قبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں اور اپنے مال و انجام سے لکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پرواہ نہ ذرا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی قلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھروسے۔ ان کو فکر فرما لگا دے۔ ان کو دینی دنیاوی

ضرورتوں سے آگاہ کرے اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی نے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خاں صاحب نے تو فقیر نے ان سے کہا کہ لاہور میں جمعیتہ العلماء ہند نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بکبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانان ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ان سے ہمدردی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب کو راہ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈران ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزوا پاس نہیں کرتے؟

اہل ہندو کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں ایک کام کرنے کے لیے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پہلے دست ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار، بندوق کا نشانہ بناتے ہیں اور چونکہ ان کا نظام و انتظام نہایت مستحکم ہے، اس لیے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، پور و غیرہ بنا کر ان کا چالان کر کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہل ہندو صاحب ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے میں ہے۔ اس لیے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پروری نہیں ہونے دیتے۔ غریب اور سیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی و محرم بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہان پور، اگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شاہد ہیں مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہندو کی لعشوں کو کاٹ دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار و بیچہ گاؤ کو ناجائز تک کہا شروع کر دیا۔ تمام مسلمانان ہند نے محض اہل ہندو کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سزائیں کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پیٹے اور مقتول ہوتے ہیں لیکن اگر کسی ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈران قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کر لیں

کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ لی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے، حدیہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا، ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا
ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لیے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہبِ اسلام چراغِ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔
چرخے را کہ ایزد بر سر روزد کے کوفت ز نذر لیش بسوزد
اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گزشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل کریں۔ یمن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنگ کھائے، نیش زنی کرے۔

ہر چہ شد از مردم ازوے بود نمودم || (میں نے جس قدر آزما یا اس سے کوئی نفع (فائدہ) نہ ہوا
من بجز بے تجربے کے حکمت کہ اندامہ || جس تلخ تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا۔
اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخصت اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لیے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی منسکے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری ساہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔ بمصدق

بایداں بد باش و بانیکاں نکو جائے گل با ش و جائے خار خار
نکوئی بایداں کردن چنانست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں اور سے
ہمارا اولین فرض ہونا چاہیے کہ ہر جائزہ طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی بھویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسن زبجانی لاہور میں رونق افروز تھے ان کا بھی اہل ہند نے سخت مقابلہ کیا ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر حضرت داتا صاحب کے باطن میں نور نبوت سے نورِ لہوت موجود تھا اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چارے کو بکھادیا اور حق باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تشریف لائے۔ اور پرتھوی راج سے مقابلہ ہوا حضور کے الفاظ مبارک کی خداوند عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہا کہ :

”ماترا زندہ بہ مسلماناں سپردیم“

”ہم نے تجھے زندہ حالت میں ہی مسلمانوں کے سپرد کر دیا ہے“

خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھوی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں آیا اور قتل ہوا۔ خدا کے پاک اور مقبول بندے اہل اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لیے کہیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکسارانِ جہاں را بخمارتِ عننگر توچِ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ سالہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بڑا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بدانتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

برادرانِ اسلام! ادھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنہ

ارتداد کا سدباب کرنے میں مصروف تھے، ادھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لیے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے :

وَمَنْ دَخَلَ كَانَ آمِنًا ديارہ ۴ آل عمران، ۹۱ || ”اور جو کوئی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہو۔“

ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، بچدلیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ تصور سمجھا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حکومت کے خلاف

کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو مگر بچوں، پورے عورتوں کا کیا گناہ تھا؟ سہ
گنہ بود مردِ ستم گارہ را چہ تا و اس زن و طفل بے چارہ را؛
خدا کی شان ! وہ سر زمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور جوں
تک بازنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامانِ سرورِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذبح کریں، ان کے
اس فعلِ شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تارویں۔ گویا حرمِ تریف
کی بے حرمتی اور شعائرِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے، افسوس صد افسوس ! مگر خداوندِ عالم پر
پورا بھروسہ رکھنا چاہیے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اُس کا اپنا گھر ہے۔ اُس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا
چاہیے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا !!! سہ

رسید شردہ کہ ایامِ نغم نخواہ ماند چنان نماںد چنین نیز ہم نخواہ ماند

التفاتی و اتحاد : تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو ! سہ

سرگرم نالہ اگر کتابِ شنیدن داری سیدہ بیشگام اگر طاقت دیدن داری
برادرانِ ملت ! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق،
باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں
کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ
مسلمان باوشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا،
کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے اسلام میں لانے
کا حکم نہ تھا :

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ دین میں کوئی جبر نہیں ہے (سورہ البقرہ آیت ۲۵۶) اور
لَا كُفْرَ دِينٍ كُمْ دِينٍ ۖ (تمہیں تمہارا دین، مجھے میرا دین) سورہ کافرون آیت ۶ آیات پاک
اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا یا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور
افتراء ہے۔

حضرات ! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اُس کے ساتھ
اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی امید رکھنی یا دوستی
اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و حامیان اسلام کا حال سنئے۔
جو دراصل خود تو ارکانِ اسلام اور سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست

سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جاوہر مستقیم اور دینِ قیم اور سنتِ مصطفویٰ پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکانِ اسلام سے ناواقف اور نا آشنا ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلامِ سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامانِ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں یہ سب فاقہ پوئی کی صفت سے بالکل میرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت کی آبادی تمام ممالکِ اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہو گی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہونگے جن میں کمبشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و جماعت ہیں، جو بالفرد اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔ اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادیِ مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہبِ حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کسی ایک پیروانِ مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہل مدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی پھر آہستہ آہستہ مرزا علیسی بیگ، ہمدی انبی، گل بیوں کا پوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گویاں بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے، مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

- ① سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوندِ قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔
- ② ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم حکم رب العالمین، مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے اور اپنی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعویٰ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

③ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی پچھے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو

(۲)

وارث قرار دیتا ہے۔

مرزائی جو غلام احمد مرزا کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود، سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کو چھوڑنے کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے۔ نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دینِ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہے ضلالت میں جا کرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلمہ ہم سے بے وفائی کا کیا طریقہ سے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث پرکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبد الوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابلِ بیان ہیں۔ وہاں بیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ نبوت اور مقاماتِ رسالتِ محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شانِ مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہو گی اتنا ہی زیادہ ایمان ہو گا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دور ہو گا۔

از خدا خواہیم تو سبقِ ادب بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در آفتاب آفتاب زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملاسنے کے لیے، ان سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آ جائیں۔ قصور وار، خطا کار تو وہ خود ہیں۔ طوقِ غلامیِ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہوں نے گلے سے اتارا ہے، اربابِ محبت اور صاحبِ دلوں کی صحبت کو انہوں نے ترک کیا ہے۔ حبیبِ ربِّ العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحبِ ایمان، غلامِ سرور و جہان کا تعلق ہو تو کس طرح سے؟

۷۔ اُس کو اربابِ محبت میں کر دین میں کیا شمار آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا ہے

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضورِ سرورِ کائنات معجزِ موجوداتِ روحیِ قدسِ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں۔ اور بزرگانِ دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یادہ گوئی بھی سنیں اور ان سے سلوکِ محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے!! لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا غَيْرَةَ لَهُ (جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں ہے)۔

ایمان والوں کے لیے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں:

النَّبِيُّ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: ۶) || "یہ نبی، مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔"

اور لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَتْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَاٰلِدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (حدیث شریف) || "تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لیے، اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔"

جب اصولِ ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرے، بزرگانِ دین، مشائخِ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اُس سے ہمارا کیا تعلق!!

مزانئی ہوں یا وہابی، چکرالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور الزامِ انکسار ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ صرچہ دلا اور است دزد سے کہ بکف چراغِ واردا کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اُس سے علیحدگی اختیار کر لو، کیا یہ قرآنِ پاک کا حکم نہیں

ہے کہ جب تم کسی سے ملو جو ہماری آیات کی نسبت یہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو؛

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ ﴿۱۰۰﴾ "یا و آئے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو"۔
 انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔
 ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہے خلات میں جا کرنے والے، مگر اہی کے بادیہ کے سرگرواں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لیے تیار اور ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہوگا۔

کفرست در طریقت ماکینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن
 وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ما کافر یست رنجیدن
 اتفاق و اتحاد کاراگ گانے والوں سے کہ دینا چاہیے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرور

کون و مکان محبوب انس و جان روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا۔
 لَا تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الْفَلَاحِ (حدیث شریف) || "میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔
 وہ ذرا چشم بصیرت سے نظر غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سوا اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔
 یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سواد اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔
 إِنِّي سَوَادُ الْأَعْظَمِ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّفَ النَّارِ || "تم بڑی جماعت کی تابعداری کرو پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا"

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں دلہانی، سرزانی، چکرالوی، بانی، بہانی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکرالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکرالوی کسی سنت و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ملتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ذکر کا پینے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابق سنت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابل ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی، اصحابی، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرک کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں

دینا اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ اُن سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانے والوں سے، سبحان اللہ! اُن سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی اُن سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔ معاذ اللہ! خداوندِ کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نوبہیت، عقلِ سلیم، ایمانِ کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔ صحبتِ ناجنس گرجانِ نخواستہ خوش دلِ مباحث

آبِ رادیدی کہ ماہی را بدام افکند و رفت

وصلے کہ درو ملال باشد ہجرال بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا، اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت و جماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت و جماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکرالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہبِ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ نا اتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت و جماعت ہیں یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے، اور جادہ مستقیم اور سنتِ نبوی سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں، محض تہمت اور بہتانِ عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں، اور غلامی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے ہر دو جہاں میں سُرخ رونی حاصل کریں تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔ !!

آری سماجی اخبار "ملاپ" لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اُس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔" گویا تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوندِ کریم مجیب الدعوات کی بارگاہِ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، ہمدی وغیرہ اپنے عقائدِ باطلہ

سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقائد کی جانب رجوع کریں اور اہل سنت و جماعت کا سراو اعظم بن جائیں :
 وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
 وَلَا تَفَرَّقُوا (سورہ آل عمران : ۱۰۳) | باہمی تفریق نہ کرو۔

ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار ہیں مگر چشم مارو گشمن دل ماشاد۔
 کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت و جماعت میں سے کسی شخص
 نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں منم کرنے
 کے لیے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ
 مل جائیں۔

اپنے غالب رسالہ "تشہید الاذہان" جس کو اہل اسلام "تخریب الایمان" کہتے ہیں، دیکھا ہوگا
 یہ رسالہ مرزا محمد قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا
 کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔ اس طرح اُس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا
 کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لیے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو
 اہل سنت و جماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لیے تو واقعی وہی مرزا صحیح ہے جو کابل میں مرزا میوں کو
 ملی، جو شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ جمعیت علمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و
 تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت و جماعت کے پاک اور مقبول بندگانِ خدا نے
 کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ان کی سعی اور انہی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامانِ سرکارِ سرمدی (صلی اللہ
 علیہ وسلم) نے رخ کیا فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو
 اتباع سنت اور محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً بوجہ اللہ
 کرتے تھے۔ نمود و نمائش، ریا و آلاش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوند کریم
 کی طرف سے رخصت **اللَّهُ عَنْهُمْ وَدَخَلُوا عَنَّا (التوبہ ۱۰۰)** "خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے
 راضی ہیں" کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و محنت، ان کا استقلال و
 ارادہ، ان کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں،
 کسی سے ڈرتا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ شاہد ہے :

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزِنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ
 "اور سستی نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایسا
 اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹) "ولے ہو"

خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :
 لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ (پارہ ۱۶ سورہ طہ: ۲۸۱) "تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے"
 جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری
 موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے؟ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہرچہ ہست از قامت ناساز و بد اندام است ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست
 سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مواہید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و
 افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی حضور
 کے بعد صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے
 میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مستخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا
 کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنالیا۔ بڑے بڑے باجیروت بادشاہ مسلمانوں کے
 نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد علموں
 اور متبعان رسول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی،
 حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکھ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی
 ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و
 نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کیں۔ ان کے اموال و املاک کو
 تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔
 اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام
 اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ اس پر کار بند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صحابہ
 ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں
 کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت
 رسول اور اتباع سنت جو ہمیں فائز و نوری کے درجہ میں لاکر شانِ محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نوریان کو رکھیں۔ اگر ہم میں ہی محبت ہو جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں محبت رسول ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف بدنام کنندہ نونامے چند کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں ہے اور ہم ارکان اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نوز سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعار اسلام کی پرواہ نہیں کرتے، تو پھر

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

یا دکھو! خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے

اہل نہیں ہیں۔ عام ہیں اس کے تو اللطاف شہیدی سب پر

تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی فتاہل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُورَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَعْمَى. قَالَ رَبِّ حَشْرَتِي أَعْمَى
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا. قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ
آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ
نُقَسِّمُ

(سورۃ طہ آیت ۱۲۳)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اسکے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا فرمائے گا یونہی تیرے پاس آئیں انی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لیے موجب از دیا و ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدوں اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعار اسلام کی خلاف ورزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نور یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگان دین اور مشائخ عظام

سے جو نوریان اور نور لقیں کا سرچشمہ ہیں، انہوں نے منہ پھیر لیا، اور یاد خداوندی کا سر شستہ ان کے ہاتھوں
 رہا۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ان سے چھٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوند کریم
 ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی
 سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاه و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا بلکہ ایسے
 لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ
 دیدار الہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او غالب آنت کہ فر داشت نہ بیند دیدار
 ارشاد ہو گا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا
 تو آج وہ دن ہے کہ تم کو بھلا دیوں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت
 میں بھی رسوائی۔ ازیں سوزانہ و ازاں سوزمانہ۔

ایں جاں معیشت آنجا نئے نصیایں آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند
 او! باز او! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہ عالی ہر وقت
 تمہاری دعاؤں کو بشرطیکہ اضطراب و تفرغ سے کی جائیں، قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ ندامت کے آنکھ
 بہاؤ، گذشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

یازا، یازا، ہر آنچہ ہستی یازا گر کا فر و گبر و بیت پرستی یازا
 ایں درگہ مادرگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی یازا

اصلاح دیکھو! کون سی بد عادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم
 عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی
 ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بڑی
 رسموں نے ہم کو جاوہ مستقیم سے کوسوں دور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بڑے اخلاق اور بڑی عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی
 بہت ہیں جو ان بڑائیوں پر ساتھ ہی خیر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! چوری، زنی، ڈاکہ، بد اخلاق اور
 دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون
 بے نوشی وغیرہ سارے افعال بد خیر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پرواہی، ارکان مذہب
 بالکل ناواقف، دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے، تجارت میں کوئی حقہ ہی نہیں ملکی ملازمتوں میں

بھی صفر۔ جائیداد، املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔
 ہماری بے کسی اور بے کسی کی بُری حالت ہے، نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔
 سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اول اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح
 اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اول اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے
 دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائر اسلام کی دل سے
 عزت کرے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ
 گناہوں سے تائب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے اور اس نور
 یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
 علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نور باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتابِ درخشندہ
 کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ
 محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نذر، وہی دعا اب
 بھی اہل دل اور باب بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زیوں حال مسلمان اپنے اعمال
 سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نور ایمان و ایقان حاصل کریں،
 اور عقائدِ اہلسنت و جماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ
 میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نور ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے
 یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے
 جلاو گے بلکہ ایسا بھی ہو گا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نور ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متعبانِ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا عطا کرنے والے ہی پاک
 وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلقِ محمدی سے ناواقف ہیں
 ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہنگر کی صحبت کا سا حال ہو گا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح منظر کمالیت
 محمدی ہیں۔ وہی فدایان سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نور محمدی سے منور ہوتا ہے۔ اسی
 نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ
 حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوبِ رب العالمین کی غلامی اختیار

کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نور ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں تو پھر ان کے لیے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔
 شوہر پر وادہ تا سوختن آموزی با سوختگاں بنیش شاید کہ تو ہم زوی
 خود ارکان دین اور علم دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول و ارکان اسلام حفظ کراؤ، ان کی پابندی کی ان میں پکی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بڑوں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ، اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔

دنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگان دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو منجھپور اسلام علیہ السلام کے وارث ہیں۔ ان کی عزت و تکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت انہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لیے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہاری اولین فریضہ ہے۔

دنیاوی تعلیم: علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لیے دینی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومت وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لیے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدوں تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسوم جدا: مسلمانوں کا ان تمام بڑی رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بڑی رسموں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہیے۔ تمام عادات بد سے صحیح توبہ کر کے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (پارہ ۸ سورہ الانعام آیت ۱۳۱)

وَلَا تُبَدِّرْ تَبْدِیْرًا ۚ اِنَّ الْمُبَدِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیْطٰنِ طِیْرِ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶، ۲۷)

بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں (نیز ارشاد ہے) اور فضول نہ اڑاؤ، بے شک اڑانے والے شیطانوں کا بھائی ہیں۔

اخوت و یگانگت :

اپنے عزیز اور نادار اہلسنت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اخوت و محبت قائم کرو۔ اُس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اگر تم اُس کی عزت نہیں کرو گے، تو اُس کو کون اپنا بھائی اور محبت سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمہارے پاس دُنیا کا مال و زر اُس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اُس کے دل میں نورِ ایمان اور محبتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اِس صورت میں اُس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہِ عالی میں دُنیاوی زر و مال، تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکمِ خداوندی ہے :

إِنَّا أَعْرَضْنَا عَنْكُمْ عِنْدَ اللَّهِ ۖ (سورہ حجرات : ۱۳) ۖ

وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

کے بموجب مستحق اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اُس کے رسول پاک کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران ! جس طرح تم سرکارِ مدینہ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکارِ دوعالم کا غلام ہے۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندہ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ رَبِّ الْعِزَّةِ كَا فِرْمَانِ هِيَ :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (حجرات : ۱۰) ۖ "مسلمان (آپس میں) بھائی ہیں۔"

جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اثر وہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اُس سے محبت سے پیش نہیں آتا، یا اُس کے دل میں اُس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبت اور اخوت لازمی ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصورات پیدا ہوں۔ پرانے خدا اور پرانے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کو صحیح معنوں میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر اُن کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نورِ ایقان کی تائید کے بغیر ناممکن ہے، حضرت سرور کائنات فخر موجودات رُوحی فدائے صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہونے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوص

ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہِ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور محبوبیتِ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی بہر بانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گرنمک باشد یہ باشد ورق

اس کانفرنس کی سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی سادگی اور صاف گوئی کی یاد ہمیشہ مسلمانوں کو یاد رہے گی جس میں تاثیر فی النفوس نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ غرض ہر اجلاسِ تلاوت، حمد و نعت سے شروع ہوتا اور دو دو سلام پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ کانفرنس ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ بہ اقتصائے وقت تجاویز منظور ہوئیں۔ اہل سنت و جماعت کے لیے کام کرنے کی راہیں کھل گئیں، منزل کا تعین ہو گیا اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت قافلہ منزل کی طرف توکل بر خدا رواں دواں نظر آنے لگا۔ ہر سستی اپنے اپنے مقام اور ماحول میں پُر جوش نظر آنے لگا۔

اس کانفرنس میں عہدیداروں کے انتخاب اور دوسرے امور کے علاوہ جو قراردادیں پاس ہوئیں، ان کا خلاصہ اور اجمالی نقشہ یہ ہے جس کو حضرت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (ف ۱۹۳۸ء) نے جلسہ عام میں سنایا تھا۔

① یہ جلسہ مناسب سمجھا ہے کہ ملک کے ہر صوبہ، ہر شہر اور ہر گاؤں میں اہل سنت و جماعت کی انجمنیں اور تبلیغی کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

② اس جلسہ کی رائے میں جا بجا تعلیم و تبلیغ کے مدارس جاری کئے جائیں۔

③ اس جلسہ کے خیال میں سر دست مراد آباد میں مرکزی کمیٹی کا قائم رہنا ضروری ہے۔

④ یہ جلسہ عام اس قانون پر جو اسمبلی نے حج کے متعلق پاس کیا ہے، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے حاجیوں سے دونوں طرف کا کر ایہ پہلے ہی وصول کر لینے کو حج کے لیے سنگ راہ خیال کرتا ہے۔

⑤ یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہل سنت و جماعت پر مشتمل ہے، مرزا یوں کی صدرائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو

توجہ دلاتا ہے کہ حکومتِ افغانستان کا اہلاک قادیان مذہبی مسک ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ

سے "سیرت امیر ملت" ص ۶۰ تا ۶۳۲ - ملفوظات امیر ملت مرتبہ محمد عثمان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۷ تا ۲۰۳۔

خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس از محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۹۵ تا ۲۲۷۔

آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا ایک اور گونڈہ کو اس مسئلہ میں دخل نہ دینا چاہیے۔

اس قسم کے بہت سے ریزولیشن پاس ہوئے جن میں سب سے اہم وہ تجویز تھی جس میں ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضہ جواز اور ظالمانہ حرکات کے خلاف عدلے احتجاج بلند کی گئی، اور سنی مسلمانوں کو اس سال سفر حج سے بخوف بے امنی روکا گیا ہے۔ نیز ایک ریزولیشن میں پریزیڈنٹ ہلگام کانگریس کے ان موذی اور اشتعال انگیز کلمات پر اظہارِ نفرت کیا گیا جو اس نے مرزائیوں کی تائید کی آڑ میں اسلام و قرن اول کے بارے میں استعمال کئے جن سے سات کروڑ مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچا۔

غرض یہ عظیم الشان کانفرنس حضرت امیر ملت قدس سرہ کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی اور علماء و مشائخ اہلسنت یہ غم لپیٹے ہوئے واپس گھروں کو آئے کہ وہ دہر میں ہم محمد علیہ وسلم سے اجالا کرنے کے لیے تن من و دھن کی بازی لگا کر پورے ملک میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کریں گے۔

سنی کانفرنس مراد آباد میں بیٹے پایا تھا کہ کانفرنس کا اجلاس ہر دس سال بعد ہوگا چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء / ۲۰ رجب ۱۳۵۴ھ کو سرزمین بدایوں میں دوسری آل انڈیا سنی کانفرنس بھی حضرت امیر ملت کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ دور وہ دور تھا جبکہ مسجد شہید گنج کا قصبہ ہر مسلمان کے دل کو خون کئے ہوئے تھا۔ انگریز حکومت، سکھ غنڈوں کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ ادھر اسلام دشمن جہ و دستار پوش جماعتیں مثلاً جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار وغیرہ مسجد شہید گنج کو ہر قیمت پر سکھوں کے حوالے کرنے کے لیے بیتاب تھیں مسلم لیگ آزادی وطن کے لیے میدانِ عمل میں دیوانہ وار اتر رہی تھی جبکہ اس کے ازلی وابدی مخالفین قدم قدم پر روڑے اٹکا کر ناکام و نامراد بنانے کی قسم کھا چکے تھے۔

سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ اس بار صدارت کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان یوپی (ف ۱۹۲۳ء) اور ایک دوسرے بزرگ کے درمیان انتخاب ہوا حضرت حجۃ الاسلام اکثریت

ماہنامہ اشرفیہ پچھو چھو شریف ماہ مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ تا ۲۰ - ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی

سنی کانفرنس ملتان نمبر ۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء ص ۶۷، ۶۸

کے ووٹوں سے صدر منتخب ہو گئے۔ لیکن جب ان کا انتخاب ہوا تو انہوں نے اعلان کیا کہ: میں حضرت امیر ملت کو کرسیِ صدارت پیش کرتا ہوں، میری حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا ووٹ حضرت کے لیے ہے۔ صدارت کے لیے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کر سکتا اور پھر صدارت ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں۔

اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں اور حضرت امیر ملت اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔ اس موقع پر بھی آپ نے سنی کاتفرنس مراد آباد کی طرح فی البدیہہ خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اتحاد و برکات، تنظیم اور حق و صداقت کی خاطر مرٹنے کا درس ملتا ہے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے اس صدارتی خطبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا مختصر یہ ہے:

- ① کفر زار ہند میں ہم جہت تبلیغ کی ضرورت — شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری جیسے صوفیاء کے نقوش قدم پر چل کر۔
- ② علماء و روحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں — فکر و تدبیر، قربانی و ایثار، خشیت الہی۔
- ③ غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔
- ④ مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمہ داریاں۔
- ⑤ برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور ان کی ضروریات — شرعی قوانین — نکاح، طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ — اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت و صیانت۔
- ⑥ عالم اسلام کی حالت زار پر شدید صدمہ کا اظہار — نجد میں ابن سعود اور حبشہ میں اطالویوں کے مظالم۔
- ⑦ مقامات مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ و ہابیت و حقیقت کا مسئلہ نہیں۔
- ⑧ مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے بیت المال کا قیام۔

۹ مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لیے سیاسی محرکات اور ضروریات — اتحاد بین المسلمین
معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار — اسرار و تہذیب سے احتراز —
لیجئے ! اب خطبہ ملاحظہ فرمائیے :

لِيْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ
وَالنَّعْمَ عَلَيْنَا يَا اِنَّا نَحْمَدُكَ وَالنَّحْمَ وَكَطَائِفِ الْاِحْسَانِ - وَقَضَلْنَا عَلَيَّ سَائِرِ خَلْقِكَ بِتَعْلِيمِ الرَّحْمٰنِ
وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَيَّ السَّيِّدِي الرَّحْمٰنِ ، سَيِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَكَرِيْمِنَا وَرَحِيْمِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا الْمُبْعُوْثِ بِخَيْرِ الْمَلِكِ وَالْاَدِيْبَانِ - وَعَلَى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بُدُوْرًا لِّيَوْمِ الْاٰخِرِ -
وَالاٰمَةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ الْكَامِلِيْنَ نَجْمِ الْاِيْقَانِ وَالْعُرْفَانِ - وَتَابِعِيْهِمْ اِلَى
يَوْمِ الدِّيْنِ بِالْاِحْسَانِ -

اَمَّا بَعْدُ - اَيُّهَا الْعُلَمَاءُ الْكِرَامُ وَالْحَمَّارُ الْعِظَامُ !

(ترجمہ) تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو بیان کی تعلیم فرمائی
اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے
ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے والے اور
ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بہتر مذہب اور پیغمبر
کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود و سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند نہیں
اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور
اُن پر جو احسان کے ساتھ اُن کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔

بعد حمد و صلوة کے، اے علمائے کرام اور حاضرین عظام !

السلام علیکم ! فقیر رب العزت کی حمد بجالاتا ہے کہ اُس نے مجھے یہ توفیق ارزانی
فرمائی کہ میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام والتحیة کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت
سنواروں۔ کروڑوں درود اُس پیکرِ جو اور اُس نورِ مسعود پر جس کا اسوہ حسنہ ہمیں ہدایت کتاب ہے
کہ ہم کسی حال میں بھی مفادِ ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو ! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریانہ شیشی و حجرہ گزیں کو اپنی
مخفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پڑ پکھالتے

ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرورکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔

وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَافُ - || "اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگزار کی کے لیے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بزرگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروغی سے بے نیاز ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لیے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار ہے۔ اس خاکِ پاک کا ایک ایک ذرہ یہ بھی سبق دیتا ہے کہ مصلے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی، خواجہ غریب نواز کازنگ اختیار کریں اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کفر زار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لیے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سو چاہیے یہی درد مندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر سلاٹنگ کی فہرست سے اُس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (سورہ زمر آیت ۹) جو صاحبِ علم ہیں اور جو علم والے نہیں؟ کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی مسلم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہذا اُس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبیر سے کام لے۔ اگر وہ

Marfat.com

اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اسی کے لیے روزِ قیامت پچھانسی کا رستہ ثابت ہوگا۔
عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے :

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمَاءُ (سورہ فاطر : ۲۸) || "اللہ سے اُس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے
ہیں جو علم والے ہیں۔"

یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیتِ الہی اُس کا
حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب
کہا ہے۔

ہر کہ رمزِ مصطفیٰ اقمیدہ است شرک را در خوفِ مضمردیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اُس کے سامانِ حرب و ضرب سے گھبرا کر،
حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لیے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو
اس لیے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے، یا ہندوؤں میں اُس کا وقار
کم ہو جائے گا، یا اُس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اُسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا دے
وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اُسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز
ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی
اُن مساجد کی بھی فکر کر لینی چاہیے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے
کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے
اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان
کر دو کہ اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگِ اسلام عالم
کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کوئیل ہے اُس بیت اللہ کی کہ اَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَفِرْعَوْنُ السَّمَاءِ (جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔
وہ دنیا میں گھر سے پہلا حُدا کا
ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا
خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
کہ اس گھر سے ابلے کا چشمہ ہڈا کا

بیت اللہ، عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف السلام و

تجارت کا ارشاد فیض تھا وہ یہ ہے کہ :

اَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ | جزیرہ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو

اسے عالمان دین ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے حقے معلوم کرنے کے لیے ٹھیکہ دیا ہے ؛ دین کی حمایت کرنے والو! عرب کے کچھ فاصلے پر جیشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھارہی ہے ؛ اس لیے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لیے تیل درکار ہے۔ کیا دنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ابن سعود کی اس روش کے خلاف عدلئے احتجاج بلند نہیں کی جاتی ؛ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکن مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہار حق سے روک رہا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (پارہ ۱۔ سورہ بقرہ: ۲۱) | "اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو" اور ثمن قلیل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق بلند کرو۔ تاکہ رب جلیل کی بارگاہ سے اجر جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو جا جیوں سے پوچھ لو کہ جیران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکام نجد کے دستِ خوانوں پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورشِ راعی کا فرض نہیں ؛ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خود و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابعِ سنتِ سلطان کہا جاسکتا ہے ؛ بزرگِ عالمو! خلقائے راشدین کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جیران رسول کی حمایت و اعانت کے لیے نہیں کھلتیں۔ سنو! ارشاد ہوتا ہے :

فَلَا وَدَّ بَلَدًا لَّيُؤْمِنُونَكَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكُمْ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورہ النسا آیت ۶۵) | "تو اسے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں"۔

کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنائیں ؛

عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، نکاح، ہبہ وغیرہ
 امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ
 کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بچانے کا ریلانے کے لیے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔
 کیا اس کے لیے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر
 عالم سے عرض کرتا ہوں کہ عرصہ وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار جیسے حکومت لئیرٹیکس کے
 نہیں چل سکتی، ایسے ہی "بیت المال" کے لئیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔
 ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لیے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے کچھ استفادہ
 کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو کفوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔
 اس کے لیے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے۔ جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا ملک
 ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ جملہ شرعی قوانین منظور کرو۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر
 مساجد کو اختیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جمی ہے کہ آپ منظم ہو
 جائیں۔ آپ میں ایک ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت نڈر
 ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے
 اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ تجارت ہے۔
 "تجارت" میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں
 آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی زراعت، اس کی
 صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں یعنی اپنا مال
 خود بچیں۔ آرٹھت کی دوکانیں خود کریں۔ کارگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے
 لیے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے "مبذرین" اور
 "مُسْرِفِیْنَ" شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ

۱ بیت البریت " ۵۸۲ تا ۵۸۷ ، خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس " ۲۳ تا ۲۴ - ۲۲۲ - ۲ ، خطبات حدیث

مولتر جمعیت علماء ہند ، مقام بدایوں ۱۹۳۵ء مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء -

۱۲ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اکناف و اطراف ہند سے اکابر علماء اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت الحاج سید محمد محمدت کچھوچھوئی (ف ۱۹۶۱ء) اور حضرت سید مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھو شریف (ف ۱۹۹۶ء) ضلع فیصلہ یوپی، انڈیا نے بطور خاص شرکت کی۔

بروز اتوار اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے حکم پر حضرت صدر الافاضل مراد آبادی نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور صوبائی سنی کانفرنس ریجنل سنی کانفرنس کے قیام کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ سنی کانفرنس کا مقصد اہلسنت کی تنظیم، ان میں روابط و اتحاد پیدا کر کے علوم کو عام کرنا، مسلک حقہ اہل سنت کی تبلیغ و مخالفین کی چالوں سے سنیوں کو آگاہ و باخبر کرنا، ان میں جذبہ دینداری پیدا کرنا اور ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہے۔ سنی کانفرنس کا مقصد دہریہ میں اہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کرنا ہے۔ جو قومیں ابھی تک کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں، ان کی رہنمائی کر کے انہیں سچا مسلمان بنانا، جو لوگ انگریزی وغیرہ میں مشغول رہ کر دین سے ناواقف ہو گئے ہیں ان کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے لیے سعی بلیغ کرنا اور مسلمانوں کی اخلاقی علمی رہنمائی کرنا ہے۔

حضرت صدر الافاضل کی اس تقریر پر تاثیر سے سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمنڈ بہت متاثر ہوا۔ ہوتا بھی کیوں نہ کہ یہ نسبت اور تصرف حضرت اقدس امیر ملت قدس سرہ کا تھا۔ لوگ کثرت سنی کانفرنس کے رکن بنے اور بالاتفاق رائے ایک روپیہ چندہ مقرر ہوا۔ اور حضرت مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) صدر اور حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ (ف ۱۹۶۸ء) ناظم حزب الاحناف لاہور، پنجاب سنی کانفرنس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اور یہ قرار پایا کہ ناظم سنی کانفرنس پنجاب جلد از جلد کانفرنس کے اغراض و مقاصد و قسط اس رکنیت چھپو کر تمام پنجاب میں تقسیم کریں۔

اس کے بعد حضرت امیر ملت کی اجازت سے حضرت محمدت کچھوچھوئی نے ایک نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی مزید توضیح و تشریح کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ سنی کانفرنس کا انعقاد اہلسنت کے لئے رحمت ہے اور اس کے قیام کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ یہ اہلسنت کا حق ہے کسی باطل، گمراہ فرقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ سنیوں کی حق تلفی کرے۔ علمائے ربانی کی رہنمائی باعثِ صدمت

ہے۔ مسلمانوں کو علمائے کرام کا احسان ماننا چاہیے۔ علمائے کرام نے ہر وقت مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس فریضہ کو طبقہ علمائے نہایت خلوص اور دیانتداری سے ادا فرمایا ہے۔ کبھی مسلمانوں سے دغا و فریب نہیں کیا اور بلا خوف و ہراس لاکھوں مرتدین و مشرکین کا قلع قمع کیا ہے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی و سیاسی امور میں علماء ربانیوں کی قیادت کو اپنے اوپر لازم و واجب کریں تاکہ لغزش و خطا سے بچیں۔ اسی چیز کا نام ہی ترقی ہے۔ دین سے منحرف ہو کر دنیا کی جاہ و جلال، شان و شوکت اور عزت و سطوت کا حاصل ہرگز ترقی نہیں ہے بلکہ ذلت و رسوائی ہے۔ ہر خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے کانفرنس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آؤ اور پروانہ وار آؤ، منظم ہو کر اتحاد و اخوت کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ سنی کانفرنس کا مقصد اصلی دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التثانی منظم طور پر حفاظت کرنا ہے اور شریعت کے مطابق جدوجہد کر کے عہدہ فاروقی کا احیاء کرنا ہے۔

آخر میں حضرت امیر مملکت قدس سرہ نے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ فضا نعرہ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔ سامعین ہمتن گوش ہو گئے۔ اپنے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور تنظیم کے بارے میں خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ”موجودہ دور میں مسلمانوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے، اور عیار و بدخواہ، قسم قسم کے جیلوں سے مسلم قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، وہ ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دشمن ہمیں نیست و نابود کرنے کے لیے دن رات سرگرم عمل ہے۔ ہمیں اپنے دین کے تحفظ و بقا کے لیے جلد از جلد منظم ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک طبقہ علماء منظم ہو کر سعی نہ کرے اس وقت تک ہماری کشتی ساحل مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ ہمیں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے علماء و مشائخ کو ایک سلسلہ میں مربوط کر دے اور یہ تنظیم صرف آل انڈیا ہی کانفرنس ہی ہے جو ہمارے تمام مسائل کا حل اور دکھوں کا مداوا ہے۔“

حضرت امیر مملکت قدس سرہ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک کے طول و عرض میں ضلعی سنی کانفرنس کے اجلاسوں میں بھی شرکت فرما کر قوم کو اک و دولہ تازہ بخشا اور مملکت اسلامیہ کی رہنمائی و قیادت کے لئے کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہ کیا۔

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام ہراج الاکت امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ الملقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۵ واں سالانہ عرس زیر صدارت حضرت امیر مملکت قدس سرہ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام سے جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم منعقد ہوا۔

۹ ہفت روزہ ”العقیدہ“ امرتسر جلد ۲۸ شماره ۲۸ بابت ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۵۶۳۔

جس میں مولانا غلام محمد ترجمہ امرتسری رشتہ (۱۹۵۹ء) صاحبزادہ سید بشیر حسین علی پوری (دف ۱۹۶۶ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (دف ۱۹۵۱ء) علامہ عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (دف ۱۹۷۰ء) صدر الافاضل مولانا محمد نعیم مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء) پیر سید انور حسین علی پوری (دف ۱۹۷۲ء) حضرت محدث کچھوچھوی (دف ۱۹۶۱ء) مولانا محمد یار فریدی بہاولپوری (دف ۱۹۴۷ء) مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی و دیگر بے شمار علماء و مشائخ نے شرکت کی اور سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت میں خطاب فرمایا۔

حضرت امیر مکت قدس سرہ نے پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی آپ نے سنی کانفرنس کی اہمیت، اغراض و مقاصد، ضرورت تنظیم اور مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی پرجوش تائید و حمایت فرمائی۔

آپ کی تقریر و پذیرگی کے بعد صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی تائید و حمایت میں ایک خط لکھا۔ اس کے بعد حضرت محدث کچھوچھوی نے بھی فصاحت و بلاغت سے آپ کی تائید و حمایت میں خطاب کیا اور ابوالکلام آزاد (دف ۱۹۵۸ء) اور مولوی حسین احمد مدنی (دف ۱۹۵۱ء) جیسے کانگریسی اہل علم کی خوب قلعی کھولی۔ اور آخر میں اپیل کی کہ تمام اہلسنت حضرت امیر مکت قدس سرہ کی عظیم النظیر قیادت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔

۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو مسجد میاں جان محمد مرحوم شہر امرتسری میں حضرت امیر مکت قدس سرہ کے صدارت میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء) ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے ہنگامہ خیز تقریر کی اور سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (دف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی (دف ۱۹۸۷ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پرجوش تقاریر کیں حضرت امیر مکت نے اپنے صدارتی خطاب میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید و حمایت سے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب فرمایا۔

۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو برہان بابرخان اچھا دروازہ جھانسی شہر میں بسلسلہ سنی کانفرنس ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مولانا سید عبدالسلام باندوی قادری (دف ۱۹۶۸ء) نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوئے۔

شہ ہفت روزہ "الفقہیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۱ بابت ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۱۔

شہ ہفت روزہ "الفقہیہ" امرتسر جلد ۲۸ شمارہ ۳۱ بابت ۱۳ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۸۔

① مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے انعقاد کو نظرِ استحسان دیکھتا ہے اور بسرو چشم اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے۔

② مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام (ہفت روزہ) الجمعیتِ دہلی و جمیع علماء کانگرس دیوبندی خاکساری وغیر ہم کو جو مذہباً عقیدتاً سیاستاً مسلمانان ہند میں تفریق کا باعث ہیں، ان کو نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے۔

③ مسلمانان جھانسی کا یہ جلسہ عام حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کو "امیر ملت" تسلیم کرتے ہوئے ان کے اس اعلان کی دلی تائید کرتا ہے جو مسلم لیگ کی حمایت میں ہے اور خود بھی مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ سنی کانفرنس کے صدر کے اعلان کے مطابق جبکہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کانگرس سے اجتناب اور مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ ۱۳

۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قصبہ چراگاؤں ضلع جھانسی میں سنی کانفرنس کے سلسلہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا سید عبدالسلام باندوی نے بصیرت افروز تقریر کی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی اہمیت کے پیش نظر مندرجہ ذیل ریزولیشن حافظ محمد علی امام مسجد نے پیش کئے جو اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔

① مسلمانان چراگاؤں کا یہ جلسہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے علماء اہلسنت کے وجود کو رحمتِ الہی سمجھتا ہے اور علماء دیوبند، خاکسار وغیر ہم کو حزب الشیطان سمجھ کر اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

② مسلمانان چراگاؤں کا یہ جلسہ مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو "امیر ملت" تسلیم کرتے ہوئے مسلمانان ہند کے لیے ان کے ہر حکم کو واجب العمل سمجھتا ہے۔ ۱۳

۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو کچی مسجد چاندور بازار ضلع امراتی (براروسی پی، بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کر کے ان کے احکامات پر تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمانان ہند سے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنانے کی پُر زور اپیل کی۔ بعد ازاں سنی کانفرنس کی تشکیل ہوئی۔ صدر: سید محمد عباس، نائب صدر: عبدالباقی ٹھیکیدار، ناظم: قاضی اکبر علی، نائب ناظم: شیخ منیر احمد۔ ۱۳

۱۳ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء ص ۱۱

۱۴ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء ص ۱۱

۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو بدایوں میں مولانا عبدالحمید بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) کی زیر صدارت ایک جلسے میں سنی کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا اور مندرجہ ذیل مہمے دار چنے گئے۔ صدر: مولانا عبدالحمید بدایونی قادری، نائب صدر: مولانا حکیم عبدالناصر قادری، ناظم عمومی: مولانا مفتی محمد ابراہیم خزانچی، مولوی نہال احمد بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ بعد ازاں حضرت امیر ملت کی قیادت پر مکمل اہتمام کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۵

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس سنی کانفرنس کا پریشکوہ اور عدیم المثال اجلاس ہوا جس اجلاس کی تیاری ایک سال قبل ہی شروع کر دی گئی تھی۔ کوشش یہ تھی کہ ہر صوبہ اور ہر ضلع میں کانفرنس منعقد کر کے آل انڈیا اجلاس کو کامیاب و کامران بنانے کی بھرپور جدوجہد کی جائے اور پھر تمام ضلعی اور صوبائی عہدیداران پورے جوش و خروش کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہو کر ملت اسلامیہ کی تقدیر بدل سکیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے حضرات علماء و مشائخ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کانفرنس میں شرکت کرے اور ایسے رؤسا و عمائد جو سنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں ان کی شرکت بھی کانفرنس میں یقینی بنائی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل پانچ رکنی وفد تشکیل دیا گیا۔

- ۱ صدر الاقامل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس
- ۲ حضرت سید ابوالحماد سید محمد محدث کچھوچھوی
- ۳ حضرت مولانا احتشام الدین
- ۴ حضرت مولانا شائق حسین
- ۵ جناب منشی شوکت حسین

حضرت محدث کچھوچھوی کی زیر قیادت یہ وفد ۱۹۴۵ء کو علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں حضرت امیر ملت قدس سرہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کرنے کی منظوری حاصل کی۔ اس زمانہ میں علی پور سیدان میں انجمن فدام الصوفیہ ہند کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا اور عظیم اجتماع تھا۔ اطراف و کناف پنجاب، یوپی و دیگر صوبوں کے علماء و مشائخ و رؤسا موجود تھے حضرت محدث کچھوچھوی نے جلسہ عام میں سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی۔ تمام مجمع نے بیک زبان نہایت گرمجوش سے

Marfat.com

یڈکی۔ اور پھر یہ وفد پنجاب کے دارالسلطنت لاہور پہنچ گیا۔
 سنی کانفرنس بنارس کے انعقاد کی بہت سی وجوہات تھیں جن کی تفصیل آگے آرہی
 ہے لیکن ایک اہم وجہ سیاسی بھی تھی جس کا ذکر ذیل میں کر دینا نہایت مناسب اور ضروری ہوگا۔ وہ یہ کہ
 ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے حضرت امیر ملت کی زیر
 قیادت قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں سرگرمی دکھائی جبکہ جمعیت علماء ہند، مجلس احرار، خاکسار
 تنظیم، جماعت اسلامی وغیرہ نے پاکستان کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنے دین و ایمان کو ہندوؤں کے
 ہاتھ فروخت کر دیا۔ مولوی حسین احمد مدنی (دف ۱۹۵۷ء) پرنسپل دارالعلوم دیوبند اور ان کے حواری اپنے نظریہ
 ملت از وطن است کے پرچار کے لیے اپنی جان کی بازی لگا چکے تھے۔ ان کے پیچھے ٹانا اور برلا جیسے متعصب
 ہندو سرمایہ داروں کی تجویزوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری (دف ۱۹۶۱ء) مولوی حبیب
 لدھیانوی (دف ۱۹۵۶ء) اور دیگر احراری، حضرت قائد اعظم کو کافر، البوجہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت
 کے خطاب سے نواز رہے تھے۔ مولانا موڈودی (دف ۱۹۷۹ء) مسلم لیگ کی قیادت کو غیر اسلامی بتا کر اس کی
 مخالفت کی آگ میں جل رہے تھے۔ خاکسار تنظیم کے سربراہ علامہ مشرقی (دف ۱۹۶۳ء) اپنی عسکری تنظیم سے معذور
 ہو کر اپنی قیادت کے پُر فریب خواب دیکھ رہے تھے تو اس وقت برصغیر میں حضرت امیر ملت اور ان
 کے ساتھی علمائے اہلسنت ہی تھے جنہوں نے قائد اعظم کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور عملی طور
 پر تحریک پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھایا۔

یہ تھے حالات جن میں اس تیسری سنی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی حضرت
 صدیق الفاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے حضرت امیر ملت
 سے منظوری حاصل کرنے کے بعد یہ دعوت نامہ جاری کیا،

”مکرم محترم۔
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک نخیرباد۔

بحمد اللہ تعالیٰ وکریم۔ جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے عظیم الشان مبارک اجتماع کے لیے
 ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ روز شنبہ، یکشنبہ،
 دو شنبہ، سہ شنبہ (ہفتہ، اتوار، پیروار، منگلوار) مقرر ہوئے ہیں۔ ان بابرکت ایام میں ملت اور اہل ملت
 کی حمایت و نصرت کے لیے اکابر اہل اسلام علماء کرام، مشائخ عظام اور تمام صوبوں کی سنی کانفرنسوں کے نمائندے

۱۰ ہفت روزہ ”الغقبیہ“ امرتسر ۲۸ مئی ۱۹۴۵ء ص ۱۲۰۔

۱۰ ”امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس رزولوشن ص ۱۹۸، لاہور ۱۹۸۰ء ص ۵۲، ۵۱۔

دو دیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جناب والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور اگر آپ کے یہاں سنی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت تائید سے تشریف لائیں اور جتنے تائید سے آپ کی سنی کانفرنس تجویز کرے انہیں بھی ہمراہ لائیں۔ ہمارے ہیوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک مطلع فرمائیں۔

ان مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سنی کانفرنس کے لئے ضرور طلب ہیں۔ امور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳۰ اپریل تک یہیں رہے گا۔ لہذا خط و کتابت کے لئے صرف میرا نام اور سنی کانفرنس بنارس لکھ دینا کافی ہے۔ تار کا پتہ صرف اتنا ہے۔ اشرفی بازار، کینٹ۔

میں آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہوں گا۔ والسلام مع الاکرام

دستخط حضرت صدر الافاضل، ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس

نوٹ: جو حضرات کسی مجبوری سے تشریف نہ لاسکیں، وہ اپنی معذوری اور کانفرنس کے ساتھ اپنے کامل اعتماد کا اظہار بذریعہ ڈاک وتار کریں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کے لئے پیش ہونے والے مسائل۔
سنی کانفرنس کے لئے تدابیر توسیع و تنظیم۔
عمدوں کے لئے معیار۔

- ①
- ②
- ③

سنی کانفرنسوں کے لئے ضروری قوانین۔
ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی تدابیر۔

تعلیم:

ہر صوبہ میں وہاں کی رائج زبان میں دینی، اخلاقی ابتدائی تعلیم کا انتظام
فارسی، عربی کی تعلیم کا بہترین نظام۔
مستقلہ کے نصاب بنانے کے لئے نصاب بنانے والی جماعت کی تشکیل۔
سنی مدارس کے اعداد حاصل کرنا۔

- ①
- ②
- ③
- ④
- ⑤
- ⑥

موجود مدارس کی نگرانی اور انکی اعانت کی تدابیر۔

واغظین کے لیے نصاب۔

نکاح خوانوں کے لیے تعلیم کا انتظام اور ان کے لیے ضروری نصاب۔

انگریزی مدارس کے لیے دینی تعلیم کا انتظام۔

انگریزی خواں طلبہ کے لیے دینی معلومات بہم پہنچانے کے وسائل۔

تعلیم طب کا انتظام۔

مرکزی دارالتصنیف کے قیام کی تدبیر۔

① تبلیغ اسلام کی تدابیر اور اس مقصد کے لیے مرکزی نظام کی ترتیب۔

تبلیغی مدارس اور اس مقصد کے لیے مفید تصانیف۔

نومسلموں کے معاش کی تدبیر۔

اشاعت دین و تبلیغ اسلام و مقاصد کافر نس کے لیے اخبار و رسائل۔

پریس۔

① نماز روزہ، اعمال صالحہ کی ترغیب اور اس کے مؤثر طریقہ، آئمہ

مساجد کا بہترین انتظام۔

مسلمانوں کے باہمی نزاعات کا تصفیہ اور ان میں اتفاق پیدا کرنا۔

یتیم خانوں، شفا خانوں، محتاج خانوں کی نگرانی۔

محافل میلاد مبارک کی توسیع و ترویج اور ان کے لیے بہترین تصانیف بہم پہنچانا

تاکر وہ تبلیغ اسلام و اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے مفید تر ہو جائیں۔

اور اس سے تبلیغی فوائد حاصل کرنے کی تدابیر اور واجب الاصلاح امور کی اصلاح۔

خالقاہوں کی حسب استطاعت دینی خدمت اور علم تصوف و سلوک کے رائج

کرنے کی سعی۔

جسمانی و معاشی امور: ① مسلمانوں کی تندرستی و دم بدم خراب ہو رہی ہے۔

نئی نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نوجوان طبقے، تعلیم یافتہ ہوں یا نا تعلیم یافتہ،

بالعموم اتنے کمزور ہیں کہ نہ وہ اپنے معاش کے وظائف پورے کر سکتے ہیں نہ خاندانی

کے۔ ان کی صحت اور جسمانی قوتوں کے لیے نافع و مفید ریاضتوں کی تجاویز۔

بے کار اور تنگ معاش افراد کے لیے وسائل معاش تلاش کرنا۔

- ④
- ⑧
- ⑨
- ⑩
- ⑪
- ⑫
- ①
- ②
- ③
- ④
- ⑤

تبلیغ اسلام:

اصلاح اعمال:

- ②
- ③
- ④
- ⑤
- ⑥

جسمانی و معاشی امور:

- ②

۳) قرض دار مسلمانوں کے لیے قرض سے خلاص حاصل کرنے کی تدابیر
حکومت کے قوانین : ۱) حکومت کے جو قوانین مسلمانوں کی دینی زندگی
ہوں اور ان سے خلاف شرع عمل پر مجبور ہونا پڑے، ان میں ترامیم کرنے کی کوشش۔
۲) جو مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے ہیں ان کی سماعت کے لیے
سے اسلامی کچہریوں (دارالقضاء) کا مطالبہ۔

نکاح : ۱) نابالغی کے نکاحوں کے متعلق غور اور اس امر میں مفید رہنمائی۔
۲) نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدباب کے لیے ایسے کامیاب
کی ترتیب و تجویز جو عند الضرورت نافع و کارآمد ہوں۔

۳) مسائل نکاح، طلاق، جہر، عدت اور اس کے متعلقات پر مشتمل ایک
کتاب مرتب کرنا جس کو کم علم بھی سمجھ سکیں۔ اور نکاح خوانوں پر اس کا مطالبہ
کر دینا اور نکاح خوانی کے لیے کانفرنس کی طرف سے سند دینا یہ سند اسی
دی جائے جو کتاب کو اچھی طرح سمجھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرے۔
۱) اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔

اوقاف : ۱) اوقاف کے متعلق بہترین تجاویز۔
پاکستان : ۱) آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصولوں پر ایک آزاد بااختیار
کا مطالبہ۔

مسلم لیگ : ۱) تمام ایسے امور میں جس سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہنچے سستی کا تقاضا
مسلم لیگ اور ہر جماعت کی بے دریغ تائید کر سکتی ہے اور دینی امور میں سستی کا تقاضا
مسلم لیگ اور ہر جماعت کی اصلاح اور صحیح رہنمائی کا حق رکھتی ہے اور کسی کی غلط
کی موید نہیں ہے۔

قارئین کرام ! آپ نے سستی کانفرنس بنارس کا دعوت نامہ اور کانفرنس میں غور و خوض اور منظوم
کے لئے پیش آنے والے مسائل کی پوری پوری تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے، ذرا غور فرمائیے کہ یہ دعوت
اور مسائل کتنے دور رس نگاہ اور نتائج کے حامل ہیں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ اور ان کے مخلص
ساتھی حضرت صدر الافاضل کی علمی اور ادبی لیاقت اور باطنی نظری کی داد دیجیے کہ انہوں نے آج سے تقریباً
۱۸ خطبات آل انڈیا سستی کانفرنس "از محمد جلال الدین تادری مدظلہ العالی ہفت روزہ "دبدر" سکندری رامپور جلد ۱۸
شمارہ نمبر ۱۶ بابت ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۵۔

نصف صدی قبل قوم کو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے کس قدر جامع پروگرام مرتب کر کے انقلابی قدم اٹھایا تھا۔ اسے کاش کہ عصر حاضر کے علماء و مشائخ بھی حضرت امیر ملت کے نقوش پاک کو اپنے رہبر اصول بنا کر قوم کی اصلاح، تربیت اور انقلابی رُوح بھونکنے کا عزم مصمم کر لیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا یہ فقید المثال اجتماع نہایت شان و شوکت سے انعقاد پذیر ہوا۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبہ روحانی اور سوادِ اعظم اہل سنت کے عامر الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد انہیں کشاں کشاں بنارس لے آیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء مشائخ و علماء امر، آراء، تجارت، محنت کش، مزدور، غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے عوام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں لندن سے آئے ہوئے وزارتِ مشن لارڈ کریسٹو وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیات کی بناء پر عدم شرکت پر معذرت کا تازہ بھیج دیا۔ ۱۹

وزارتِ مشن کو دعوت اس لیے دی گئی تھی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانان ہند کی شرکت اور ان کے سیاسی موقف کو پیش قدمی خود دیکھ لیں۔ سوادِ اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی حضرت امیر ملت نے پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود کانفرنس میں کرسی صدارت کو زینت بخشی۔

یہ اجلاس بڑے ہنگامے کا اجلاس تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرار داد لاہور یعنی مطالبہ پاکستان کی شد و مد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائد اعظم کی حمایت و اعانت میں کمر بستہ ہو جائیں۔ حضرت امیر ملت بحق گوئی میں بغایت بے باک تھے۔ اجلاس سے قبل بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کمی مجلس عقیدت خدمت والا میں عرض کر چکے تھے کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب فرمائیے کیونکہ بعض کانگریسی علماء نے ہنگامہ کر کے اس جلسے کو سبوتاژ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ چنانچہ حسب توقع جلسہ کو درہم برہم کرنے کے لیے شور و غوغا مچا قائد اعظم پر کفر کے فتوؤں کا اعلان ہوا۔ غرض خوب ہنگامہ ہوا مگر حضرت امیر ملت قدس سرہ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آپ نے دلائل

۱۹ سات تار سے، از حکیم محمد حسین بدر مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۸۳۔

۲۰ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۱۰۸۔

قاطعہ سے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی حمایت فرمائی اور اس ارشاد باری تعالیٰ کا حوالہ دیا کہ :-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ
لَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا رِزْقًا

پارہ ۱۶، سورہ بقرہ ۱۷۷

» جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، خدا ان کی محبت و مخلوقات کے دل میں پیدا کر دے گا۔

اس کے بعد اپنے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ

تم بتلاؤ، ہے کوئی مانی کالا مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان

کے دوسرے مسلمان قائد اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں۔ یہ تو

قرآن شریف کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت، تم اس کو

کافر کہو، میں اس کو دلوں اللہ کہتا ہوں۔ (یاد رہے کہ قائد اعظم، حضرت

امیر ملت کے فیض صحبت سے ہتھ گزار بن چکے تھے۔ قصوری)

آپ کے اس مدلل، دندان شکن اور مسکت جواب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد

نعیم الدین مراد آبادی اور فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریک

پاکستان کی حمایت میں زور دار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونی کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری

رہی۔ بڑے انگڑے کے بعد آخر کار مخالفین دکانگریسی ایجنٹوں، کومنٹہ کی کھانا پیڑی اور تمام حاضرین نے

مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیر ملت زندہ باد"، "مسلم لیگ زندہ باد" اور

پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا

کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔

سٹی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرارداد پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور

ہوئی وہ یہ ہے :-

① آل انڈیا سٹی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا

ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امر کا قربانی

کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیث

نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

② نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے

لئے "سیرت امیر ملت" ص ۴۵، باہنامہ "انوار العرفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۴۷ء، ص ۱۵، "امیر ملت اور

آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۵۲، ۵۳۔

یہ حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :-

- ۱ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء)
- ۲ صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (ف ۱۹۴۸ء)
- ۳ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء)
- ۴ مبلغ اسلام حضرت شاہ عبد العظیم صدیقی میرٹھی (ف ۱۹۵۴ء)
- ۵ فخر اہلسنت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۶۰ء)
- ۶ محدث اکمل ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء)
- ۷ حضرت دیوان سید آل سوک علی خاں سجادہ نشین اجیر شریف (ف ۱۹۴۳ء)
- ۸ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۶۸ء)
- ۹ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد الدین سجادہ نشین سیال شریف سرگودھا (ف ۱۹۸۱ء)
- ۱۰ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمن بھرچوہندی شریف (سندھ) (ف ۱۹۶۰ء)
- ۱۱ حضرت پیر محمد امین الحسنات، مانگی شریف (سرحد) (ف ۱۹۶۰ء)
- ۱۲ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خاں مدنی میسوری (خلیفہ امیر ملت) (ف ۱۹۶۴ء)
- ۱۳ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری لاہور (ف ۱۹۶۱ء)

۳ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس سنیس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی مسلم نمائندہ جماعت کی موجودگی میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا قیام اور اس کی فعال کردگی وقت کی ایک اہم ترین ضرورت تھی چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو گیا، مگر آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا سنی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہمنوا اور حامی تھی، لیکن وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کے حصول کیلئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود اہم ضروری تھا تاکہ حضرت امیر ملت کی مقدس قیادت میں ملت اسلامیہ میں عقابان روح بیدار کی جاسکے۔

چنانچہ سنی کانفرنس سنیس کے بعد حضرت امیر ملت نے پیرانہ سالی کے باجوہ شہر قصبہ اور گاؤں کاؤنڈن خاگرٹی کانفرنس کی شاخوں کو حیات نو بخشی اور حصول پاکستان کی جدوجہد کو تیز کر دیا جس کی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سوج سے بھی روشن منزل پاکستان کی صورت میں مل گئی۔ امیر ملت زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد، پاکستان پائندہ باد۔



امیر ملت اور سارو ایل

۱۹۲۸ء میں ایک ہندو عہدہ سٹریٹس ہر بلاکس سارو ایل نے لیجسلیوٹو اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس میں حکومت برطانیہ سے کہا گیا تھا کہ ہندوستان میں کم عمری کی شادیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے اور ایسا کرنے والوں کو قید و جبرانہ کی سزا نہیں دی جائے۔

یہ بل اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد مشہور کیا گیا اور رائے عامہ سے استصواب کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی گئی جس نے ملک بھر کا دورہ کیا اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کر کے حکومت ہند کو پیش کر دی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب خاں (۱۸۷۹ء - ۱۹۴۲ء) ڈپٹی پرنسپل آف لٹریچر اور ایجوکیشن شامل تھے۔ انہوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ منسلک کیا جس میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے علماء اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور جب تک مسلمانوں کے مقتدر علماء اور رہنماؤں کے بیانات شامل رپورٹ نہ ہو جائیں اس وقت تک اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

دیں اپنا مسلمانوں کے معتبر حلقوں کی جانب سے اس بل کی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر علماء و مشائخ نے صاف طور سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بل اسلامی احکامات کے خلاف ہے اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق مذہبی مداخلت ہے۔ علماء اہلسنت نے اخبار و رسائل میں صغیر سن کے نکاح کی شرعی حیثیت کے بارے میں مضامین و مقالات لکھے اور قوت سے جاری کیے۔ اس ضمن میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری (۱۸۳۹ء - ۱۹۰۲ء) کا ایک مضمون ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر بابت ۲۱ جون ۱۹۲۸ء میں اور ادارہ "الفقیہیہ" کی جانب سے ایک مضمون اس کی اشاعت ۱ اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔

سارو ایل کی منظوری

مسلمانوں کے اظہار تالیف پندیرگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حکومت ہند اس بل کی حمایت کے لیے کھڑی ہو گئی اور سرکاری ممبران نے اعلان کر دیا کہ وہ اس بل کی حمایت کریں گے۔ چنانچہ یہ بل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو دوبارہ اسمبلی میں پیش ہوا اور اسے ۲۸ ستمبر کو منظور کر کے یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ العمل قرار دیا گیا۔

ساردا بیل کیا ہے ؟ یہ بل اس کے پیش کرنے والے مسٹر ہر بل اس ساردا کی نسبت سے ساردا بیل کے نام سے محکوم ہندوستان کی تاریخ کا حصہ بنا۔ اس کے پاس کئے جانے کے بعد مشائخ اہل سنت نے اس کے خلاف ایک بھر پور تحریک چلائی۔ اس کی مذمت میں قراردادیں منظور کیں اور اعلانیہ اس بل کی خلاف ورزیاں کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

یہ بل جو گیارہ دفعات اور چند ذیلی شقوں پر مشتمل تھا۔ اس کی اہم دفعات حسب ذیل ہیں :

- اس بل کا نام تالون النساہ شادی بچکان ہوگا۔
- تالون میں بچے سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر لڑکا اور ۱۵ سال سے کم عمر لڑکی ہے۔
- جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کرے گا یا اس کی رہنمائی کرے گا یا رسم ادا کرے وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا کا مستحق ہوگا۔

ضابطہ فوجداری ۱۹۲۸ء دفعہ ۱۹۰ کے باوجود پرینڈی کنسی مجسٹریٹ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے ماتحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

- اس کا نفاذ تمام برطانوی ہندوستان پر ہوگا۔
- اس قانون پر عمل درآمد یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔

علماء کے نزدیک ساردا بیل کے ناقابل برداشت ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں :

۱) یہ قانون ایک بہت بڑے حکیم شرعی میں مداخلت کر کے اس کو باطل کرتا ہے کیونکہ نابالغوں کے ولیوں کو شریعت نے یہ حق عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے ان کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں اور یہ حق ولایت مذہب اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے۔ قرآن مجید میں صاف طور پر اس حق کا اعلان ہے :

وَأَنْكِحُوا أَوْلَادَكُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ ۥ ۥ اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں
 مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ (پارہ ۱۸ - سورہ نساء ۲۲)

اس آیت میں صراحتہ اولیاء کو نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس حق ولایت پر امت کا اصول اتفاق ہے۔ شارح بخاری امام نووی تحریر فرماتے ہیں کہ :

” امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی نابالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح کرے۔“

مذہب اربعہ کی فقہ کی ہر کتاب میں اس مسئلے کا ایک مستقل باب موجود ہے۔

۲) دوسری وجہ ہے: قانون سارداہل ایک دوسرے حکم شرعی کو بھی باطل

کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَنكحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنًا ۖ ۥ ۥ ۥ اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں عورتوں سے
وَوَلَّتْ وَرَبِّعًا ۚ (پارہ ۴: سورۃ النساء: ۳) دو دو، تین تین اور چار چار۔

اس آیه مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ بالغ جب چاہے نکاح کر سکتا ہے لیکن قانون سارداہل اس حکم قرآن میں مداخلت کرتا ہے کیونکہ وہ اٹھارہ سال سے پہلے اجازت نہیں دیتا جبکہ لڑکا پندرہ سال کا بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

۳) تیسری خرابی سارداہل کی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ہمارا رب ہماری مصلحت اور بہتری سے ناواقف تھا۔ العیاذ باللہ کہ نابالغان کے اولیاء کو ان کے نکاح کرنے کی اجازت دی اور بالغان کو اپنے نکاح کرنے کا اختیار دیا اگر وہ قانون سارداہل کے مطابق نابالغ ہوں۔

۴) چوتھی خرابی اس بل میں یہ ہوگی کہ مسلمان نوجوان بے حیائی اور فحاشی کی طرف راغب ہوں گے۔

۵) پانچویں خرابی یہ ہوگی کہ جو قانون واجبات شرعی کے اوکرنے میں مجرم بنائے اُس سے بڑھ کر مذہبی مداخلت کیا ہوگی۔

ساردا ایکٹ کے اسلامی قوانین کے قطعاً خلاف ہونے اور اُس کی دنیاوی قباحتوں سے عامۃ المسلمین ارکان اہملی اور حکومت برطانیہ کو مطلع کرنے کے لئے علمائے دین نے جلسے منعقد کر کے حکومت کے اس اقدام کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور کتابیں لکھ کر اطراف و اکناف ملک میں پھیلائیں تاکہ مسلم رائے عامہ بیدار ہو کر اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

سنوئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء) نے بھی میدان میں اتر کر سارداہل کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ انجمن خدام الصوفیہ جس کے آپ بانی و صدر تھے، کے پلیٹ فارم سے طول و عرض ہند میں جلسے منعقد کر کے انگریز حکومت کے خلاف اک آگ لگا دی۔ ۲۳ نومبر ۱۹۲۹ء کو مسلم ہال، منگلور (ریاست میسور حال بھارت) میں بعد نماز مغرب آپ کی صدارت میں مسلمانان منگلور کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ تمام ہال کھپا کھپا بھرا ہوا تھا تلاوت قرآن پاک کے بعد لغتہ تنظیمیں پڑھی گئیں۔ مولانا محمد اسماعیل مائل اور مولانا عبدالقدوس قدس نے سارداہل کے خلاف نہایت ہی دلآویز اور موثر تنظیمیں پڑھیں اس کے بعد صدر جلسہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حکم سے خان بہادر محمد عباس خان

اور مولانا محمد عبد الغفور رئیس اعظم بنگلور نے سارواہل کے متعلق زبردست و مدلل تقریریں کیں۔ جن کا
ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو سارواہل ایک سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ خان بہادر محمد عباس خاں نے
اپنی تقریر کے اختتام پر وہ تاریخ پڑھ کر سنایا جو حضرت امیر ملت کی طرف سے بوساطت فری پریس
انگریزی اخباروں میں یوں شائع ہوا۔

” بنگلور، ۲۲ نومبر۔ تقدس مآب اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ
صاحب قبلہ محدث علی پوری صدی اجمن خدام الصوفیہ جو ایک مذہبی انجمن ہے اور جس کی
شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، آج کل بنگلور میں قیام فرماہیں
انہوں نے جو مراسلہ ہرا کیپلینسی دی والسرے بہادر کی خدمت میں روانہ
کیا ہے۔ اس میں وہ ظاہر فرماتے ہیں :

” میں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نامزد ہونے کی حیثیت سے و نیز
ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو
سارواہل سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ سارواہل کا نفاذ مسلمانوں کے احکام
شرعیہ میں ایک قطع مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو
بالعموم اور پاران طریقہ کو بالخصوص مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ سارواہل
کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں
اور والسرے صاحب بہادر کی خدمت میں اس مطلب کے بارے میں کہ سارواہل
کا نفاذ شرعیہ اسلام کے منافی ہے۔ اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً
خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح مداخلت نہ کرے گی۔ لہذا مسلمانوں
کو اس سارواہل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کر دیا جائے۔“

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ :
” میں نے اس سے قبل سیاسی امور میں بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں ہلائی۔ یہ دوسرا
موقعہ ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔“

حضرات! جب سے انگریز، ہندوستان میں آئے، اُس وقت سے اُن کی خواہش
یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں اُن کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے، اُن کا

جوش ٹھنڈا پڑ جائے کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی حرارت اور نڈھالی جوش رہے گا اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے۔ یہی اصول انگریزوں کا اہتمام سے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا۔ اور چاروں طرف ان کا اچھی طرح تسلط ہو گیا تو ولایت میں پادریوں نے ایک میسج کی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور اسلامی محبت کو دور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خریدے کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب اور ایمان جو کچھ ہے وہ قرآن مجید ہے۔ جب قرآن شریف ہی نہ ہوگا تو یہ اسلامی حرارت کہاں سے آئے گی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ حسن اتفاق کہیے کہ بڑے پادری سے ہمارے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی صاحب نے دوران گفتگو پوچھا کہ یہ قرآن پاک کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جا رہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب مجھے بڑے سمجھ دار آدمی۔ فرمایا، پادری صاحب! ہمارا قرآن شریف کاغذ میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے مگر ان ہزار ہا مسلمان حافظوں کو کیا کریں گے۔ جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کسی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی و صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں کتنے زکوٰۃ کتنی آیات اور کتنے حروف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری نے سنا تو بہت سٹپٹایا اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دے دی۔ جواب آیا کہ قرآن مجید کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جائے۔

جب ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کافی مدد مل رہی ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت دور ہوتی جا رہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا شرک ہے، گویا مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت کو دور کرنا انگریزوں کی معاونت کرنا ہے۔ جیسے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے اس وقت سے آج تک کبھی انہوں نے

مسلمانوں کی بات کو نہ سنا۔ ان کی تکالیف کا خیال نہیں کیا۔ بادشاہ کی عزت و شوکت کا انحصار اُس کی رعایا پر ہے۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے ملک میں سوج غروب نہیں ہوتا مگر انصاف کو دیکھیے تو افسوس ہوتا ہے۔ میں نے یہ جو بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ وہ یہ ہے کہ تحریکِ خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جائے مگر ہماری آواز صدا بہ صحرایا ثابت ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کی فریاد سنی نہیں جاتی تو انہوں نے ہندوستان سے ہجرت کر دی لیکن حکومت نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ اب یہ نیا قانون جاری کر کے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح نہیں ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک شادی بیاہ مذہبی فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ حضرت علیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ حضرت علیؑ نے تو نہ خود شادی کی اور نہ اپنے امتیوں کو حکم دیا۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ مذہب نے والدین کو ولی قرار دیا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ دو روز کی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کر دینے کی اجازت ہے۔ وہ والدین جو کمسنی میں اپنے بچوں کی شادی بیاہ کر دیں گے موجودہ قانون کے تحت مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ جب اس طرح اعلانہ ہمارے مذہب میں مداخلت ہو جائے تو ہم رہیں گے کدھر۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دیئے دیئے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گزارہ ہوگا جب نکاح کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا؟ حکومت کو چاہیے کہ پہلے ایک ایسا قانون بنائے۔ کہ ہر شخص پر نکاح لازمی ہو۔ ہم مسلمان ہیں اس لئے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ اس قانون کا نفاذ ہو گیا تو سب سے پہلے میں ہی قانون شکنی کروں گا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس دس برس کی عمر والی لڑکیوں کے نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار نکاح کرادوں گا۔ ہم میں ابھی اسلامی حرارت موجود ہے۔ ملکہ و کوریا آبنجہانی نے جب عثمان حکومت کو ہاتھ میں لیا تو یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہ کرے گی اور اس کو قدیم مردہ رسم سے بھی کچھ تعلق نہ ہوگا تو پھر یہ مداخلت کیسی؟ نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کیسی؟ جس درخت کی جڑ نہیں ہے اس کی شاخیں کس طرح کانی جائیں گی۔ ہم ایک لڑکی کو اس کے پیدا ہوتے ہی نکاح کر دیں گے۔ حکومت کو اس سے کیا تعلق؟ یہ ہمارا خانگی معاملہ ہے۔ آج اس میں دخل دیا گیا

ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسور میں آج اگر یہ قانون نہیں ہے تو کل نافذ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی عالم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا رتبہ مل جائے تو اس سے بڑھ کر سعادت دارین کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کے اس پراثر خطاب کے بعد یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مسلمانان بنگلور کی طرف سے واٹر سٹریٹ بہادر کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ مسلمانوں کو سارواہل سے مستثنیٰ رکھا جائے جو نجوشی مندرجہ کر لی گئی۔

ازاں بعد جلسہ کی کاروائی اور آپ کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کو اشتہار کی صورت میں چھاپ کر پورے ہندوستان میں تقسیم کیا گیا۔ یہ اشتہار "مدینہ پریس پرائیویٹ روڈ معسکر بنگلور سے چھپایا اور بطور المشہر سید اکبر، شولہ مارکم روڈ بنگلور کا نام درج ہے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو انجمن خدام الصوفیہ کو ہاک (صوبہ سرحد) کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں سارواہل کے خلاف زبردست تقریریں ہوئیں اور واٹر سٹریٹ ہند کی خدمت میں اس بل کے خلاف تار روانہ کیا گیا۔

۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ریتک شہر مشرقی پنجاب، بھارت میں مولانا قاضی حفیظ الدین ریتکی نے ایک جلسہ عام منعقد کیا اور حاضرین کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور قرارداد منظور کی گئی کہ واٹر سٹریٹ ہند کی خدمت میں تار دیا جائے کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس ایکٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شرعی میں مداخلت کا حکم رکھتا ہے اور پھر حسب ذیل تار واٹر سٹریٹ کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔

"انجمن خدام الصوفیہ ریتک درخواست کرتی ہے کہ سارواہل کے نفاذ سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کیا جائے کیونکہ اس ایکٹ سے مسلمانوں کے امور شرعی میں مداخلت ہوتی ہے۔"

۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء بروز اتوار ریتک شام انجمن خدام الصوفیہ آگرہ شہر نے ایک جلسہ منعقد کیا اس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر پڑھ کر سنائی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس بل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو بعد نماز جمعہ مسجد حاجی پیر بخش بھارت (پنجاب) میں اہل

گجرات و دیہات کا ایک عظیم الشان جلسہ پیر سید ولایت شاہ (۱۸۸۸ء - ۱۹۷۰ء) صدائنجمن خدام الصوفیہ گجرات کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بنگلور والی تقریر سنائی گئی اور زبردست تائید و حمایت کی گئی۔ مولوی عمرونی اور منشی احمد دین (۱۸۹۷ء - ۱۹۸۰ء) جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ گجرات نے سارواہل کے خلاف تقریریں کیں اور حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

✘ چونکہ ساروا ایکٹ مسلمانوں کی شریعت کے خلاف ہے اور ہم لوگ کسی طرح اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس واسطے اس کو مسلمانوں کے لیے منسوخ کر دیا جائے ورنہ ہم ہر طرح سے اسلام کے لیے اپنی جانی و مالی قربانیاں کے لیے تیار ہیں۔

✘ والٹر رائے ہند بہادر کی خدمت میں تار روانہ کریں گے کہ ہم لوگ مسلمان اس کے مخالف ہیں کیونکہ یہ قانون شریعت کے خلاف ہے۔ اس واسطے ہم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاوے۔ بعد ازاں والٹر رائے کو تار بھی روانہ کیا گیا۔

۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو بنگلور سے حضرت امیر ملت واپس علی پور سیدان تشریف لائے تو بعد نماز مغرب مسجد نور میں حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا سالانہ ختم تھا۔ آپ کے ارشاد مبارک کے مطابق مولانا محمد عبد الغنی (۱۹۲۳ء -) مدرس مدرسہ خفغیہ سیالکوٹ اور پیر سید ولایت شاہ گجراتی (۱۸۸۸ء - ۱۹۷۰ء) نے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر کے آخر میں سارواہل کے نقائص بیان فرمائے اور حبلہ حاضرین کو متنبہ کیا کہ :

اگر خدا نخواستہ یہ بل پاس ہو گیا تو تمہیں اس کی مخالفت کرنی ہوگی آپس میں ہی نکاح خوانی کرو اور آپس میں ہی شاہدین جاؤ۔ کیونکہ ہم اس حد تک بادشاہ کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں جہاں تک اسلام اجازت دے۔ جب ہمارے دین کے مسائل میں دست اندازی کی جاوے گی تو ہم ضرور خلاف ورزی کریں گے۔

سب حاضرین و سامعین نے اُمناکہ کر بائٹھ بلند کئے۔

سارواہل کا نفاذ :- والٹر رائے ہند جسے ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے علاوہ چند ضمیر فروش مسلمانوں کی حمایت بھی حاصل تھی، اس نے اسمبلی کی تجویز کے مطابق اس بل کو یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ کر دیا۔ اس دن حضرت امیر ملت، راولپنڈی میں بسلوہ افروز تھے۔ جو نہی اس بات کا علم ہوا، علم جہاد بلند کر دیا۔ چنانچہ اسی دن ہی آپ کے حکم پر ملک کے طول و عرض میں ساروا ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مختلف شہروں میں کئی مقامات پر نابالغان کے نکاح پر چھائے گئے۔ گوجرانوالہ

میں مولانا عبد العزیز نے دو نابالغ لڑکیوں کا نکاح پڑھایا۔ پشاور میں کثیر التعداد نابالغوں کے نکاح پڑھائے گئے اور نکاح ناموں کی نقول ڈی سی پشاور کو بھیج دی گئیں۔ شہر میں مکمل ہڑتال رہی اور ایک دولہا کو نکاح کے بعد گھوڑے پر سوار کر کے تقریباً دس ہزار آدمیوں کے جلوس کے ہمراہ تمام شہر میں پھرا گیا۔ لدھیانہ میں یکم اپریل کو ہی تین بارائیں خوب دھوم دھام سے نکالی گئیں اور ان نابالغان کے نکاح پڑھائے گئے۔

۳ مئی ۱۹۳۰ء کو برقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیدان خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمایا کہ:

”حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بادشاہ نے رعیت کے اہل و عیال پر تسلط نہیں کیا۔ اولاد کے اختیار والدین پر منحصر رہے خواہ کسی ملک کے ہوں۔ آج انگریزوں نے ہمارے بال بچوں پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ تم اپنے بال بچوں کے نکاح نہیں کر سکتے اگر اس حد تک کوئی نکاح کرے گا تو تین ماہ قید اور ہزار روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اور خداوند عالم نے تو والدین کو اختیار دیا ہوا ہے مگر اب اولاد پر ماں باپ کا تسلط نہ رہا۔ انگریزوں کا عہد تھا کہ ہم کسی کے مذہب میں تعارف نہیں کریں گے نہ کسی کے رسم و رواج میں دخل دیں گے۔ اب انگریزوں نے رسم و رواج اور مذہب میں دخل دیا ہے۔ ہم اپنی شریعت کے پابند ہیں، اگر کسی نے ہماری شریعت میں دخل دیا تو ہم ضرور اس کے خلاف چلیں گے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے احساسات کی پروا کئے بغیر ہندو نوازی اور مسلم آزاری کے پیش نظر یہ قانون بنایا ہے۔“

پھر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے جوہر ملت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ صاحب (۱۹۱۱ء - ۱۹۸۰ء) کا نکاح اپنے برادر اکبر سید نجابت علی شاہ (۱۸ - ۱۹۱۸ء) کی پوتی سے جس کی عمر اُس وقت ۳ برس کی تھی منعقد کیا۔ دولہا کو سہرا پیر صاحب چورہ شریف نے باندھا اور یوں ساروا ایکٹ کی دہجیاں بکھیر دی گئیں۔ اور انگریز حکومت اپنے بنائے ہوئے قانون کا خشر و کچھ کر لے بسکی کی تصویر بننے نظر آئی۔

ماخذ

- ① سیرت امیر ملت از میڈیا کلب حسین شاہ علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیدان ۱۹۷۵ء ص ۲۴۸-۲۵۴۔
- ② تذکرہ شہ جماعت از سید حیدر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۸۵ تا ۸۸۔
- ③ "ساردا بل اور اسلام" از مولانا سلطان محمد مطبوعہ علی طبع دوم ص ۴۔
- ④ ماہنامہ "الوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰۔
- ⑤ ماہنامہ "فیضانِ حرم" لاہور بابت جون ۱۹۹۵ء ص ۷۵ تا ۸۶۔ مضمون پیرزادہ عابد حسین شاہ۔
- ⑥ ہفت روزہ "العقیدہ" امرتسر بابت ۱۳ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰۔
- ⑦ ۱۳ مئی ۱۹۳۰ء ص ۱۱۔
- ⑧ اشتہار بعتوان "ساردا بل کے خلاف احتجاجی جلسہ" مطبوعہ بنگلور نومبر ۱۹۲۹ء۔
- ⑨ ماہی "فکر و نظر" اسلام آباد بابت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء ص ۱۰۱ تا ۱۳۰۔

امیریت اور تحریک پاکستان

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نظریہ پاکستان کی خشت اول آفتاب ہند امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (ف ۱۶۲۲ء) قدس سرہ النورانی نے دین اکبری کا قلع قمع کر کے رکھی تھی لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہوتے ہی فرنگی سامراج نے اپنا تسلط جا کر اسلامیان برصغیر کے قلب و جگر سے روح جہاد ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں تاکہ یہاں پر کفر و ظلمت کے گھاٹوپ اندھیرے ہی چھائے رہیں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخلیات اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

۱۸۵۷ء میں مجاہد کبیر امام معقولات و منقولات حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء) رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگی جبر و استبداد کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن برادران وطن کی سازشوں اور لیشہ و وانیوں نے ان کے مشن کو ناکام بنانے میں سر دھڑکی بازی لگا دی اور عرصہ تک علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین خاصاً سے گزراوقات کرتے رہے مگر بیسویں صدی کے شروع میں انگریز اور ہندو نے اپنے باہمی اسلام دشمن منصوبوں سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو اسلام کے ایک بطل جلیل سنوی ہند امیر ملت پیر سید حافظ محمد جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری (۱۸۳۱ء - ۱۹۵۱ء) میدان جہاد میں اکھڑے ہوئے اور

پھر دوسرے علماء و مشائخ کو بھی حجروں سے نکال کر اسلام کے ازلی وابدی دشمنوں کے مقابل لاکھڑا کیا۔

نکل کر خالق ہوں سے ادا کر رکھ شیری کہ فقہ خالق ہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

امیریت جلوت پسند تھے ان کی زندگی حرکی (DYNAMIC) تھی سکونی (STATIC) نہ

تھی حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ سلاسل طریقت کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اسی "حرکت پسندی" کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سلسلہ مجاہدوں اور حریت پسندوں کا

سلسلہ ہے چنانچہ تاریخ پاک و ہند لکھنے والا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ان تاریخ ساز شخصیتوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ سیف الدین، حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی، حضرت خواجہ عبدالاحد، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت امیر مملکت پیر سید محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اس سلسلے کے بے شمار اکابرین میں جن کی تاریخ مرتب کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت امیر مملکت کی حیات مبارک مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے اپنے پاک و ہند میں مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے شمال تک سفر کیا اور خوابیدہ قوم کو بیدار کیا، فتنہ ارتداد، شذھی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک آزادی کشمیر، تحریک علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، انجمن حمایت اسلام لاہور، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد تحریکوں میں قائدانہ اور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک نہری باب ہے اور نژاد نو کیلئے مشعل راہ۔

۱۹۰۶ء میں جب ڈہاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈروں مثلاً مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء)، نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء)، نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء)، حکیم اجمل خاں (ف ۱۹۲۷ء) اور جسٹس شاہ دین ہمایوں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں والی ڈھاکہ (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کا اعلان کیا تو حضرت امیر مملکت قدس سرہ کے میلانا نے طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور اپنے اس کے کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دل سے در سے قلمے سخن اور قدمے حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جدا گانہ قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائد اعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا آپ اس وقت جید آباد کن (انڈیا) میں مقیم تھے وہاں سے قائد اعظم کے نام ایک ہمدردانہ و بہت افزا پر خلوص خط مع تبرکات بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:-

”قوم نے مجھے امیر مملکت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا، لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں، یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرض تصور کرتا ہوں۔“

میں اور میرے نموتسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے آپ مطمئن رہیں۔

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے اپنے تبلیغی و دعوتی مہموں کے دوران پشاور سے
اس کے ساتھ ایک بچی کو گھر پر لایا تھا کہ مسلم لیگ برصغیر کی جتنے جتنے مقبرے آباد ہیں گئی
اور بڑے بچے جو ان کی زبان پر مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے اور نعرے کو بولتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے اپنے صاحبزادگان، خلیفہ اور مریدوں کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے مسلم
لیگ کو حمایت کریں، رکنیت اختیار کریں اور قائد ملت کے پیارے بھائی بن کر مسلم لیگ کو ہرول کی دھڑکن بناویں جیسا
کہ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی میرزا محمد انور عزیز نے اپنی کتاب (۱۹۹۸ء) میں ایک انٹرویو میں بیان کرتے

ہیں۔

۱۹۳۶ء میں میر میر دوست امیر ملت حضرت میر میر دوست علی شاہ
حضرت علی پور سیدان ضلع ریکوٹ نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور ان
سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لیے میرے بھائی علی جناح کے ایک
پیارے بھائی کی حیثیت سے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ میرے والد صاحب نے میرے
میر دوست کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ
کنیشن کا اجلاس لاہور کے مچھی دروازہ کے برکت علی محمد ہال میں منعقد ہوا
تھا۔ میں نے میٹنگ کے وقفے کے دوران میرے بھائی علی جناح کو اپنے میر دوست
اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کئے جن میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے
میرے لیے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا مقرر ہے، ہم نے اس کی
زندگی مسلم لیگ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اسے اپنے سپاہیوں میں شامل
فرمائیں۔ میرے بھائی علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شریک علی مرحوم سے
مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ نوجوان ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہمارا نیا بھائی
اول ہے۔"

اوائل اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملت نے کوہاٹ، پشاور اور راولپنڈی کا دورہ فرمایا
اور کانگریس کی خوب قلعی کھولی اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں مدلل تقریریں کیں۔ کوہاٹ میں آپ نے
مسلمانوں کو تائید فرماتے ہوئے ارشاد کیا :-

سب مسلمان آپس میں متفق ہو کر اسلامی جھنڈے تلے آجاؤ، ہندو مسلمان
کا ہرگز خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل اطراف عالم میں جو مظالم ہندوؤں کی طرف سے

مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں کسی فرد و بشر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے مظالم کو سامنے دیکھ کر اب بھی اگر کوئی مسلمان ان سے احتیاط کرے خواہ وہ مولوی ہو یا عالم اس کو اسلام سے کیا تعلق اور مسلمانوں کو اس سے کیا ملاپ۔ ایسے نام نہاد مولویوں سے ان کو تقویت پہنچی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کر رہے ہیں۔

آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرے اور نام نہاد مسلمان رند پرستوں سے سچے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یا مولا کریم۔

۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پورہ سیال کوٹ میں خطبہ جمعہ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے "سختانیت اسلام" کے موضوع پر ۲ گھنٹے کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا :-

"مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے دوسرا کفر کا۔ تم کس جھنڈے کے سائے میں ہو گے؟ سب حاضرین نے متفقہ آواز سے کہا "اسلام کے جھنڈے کے سائے میں"۔ پھر اپنے کلمہ شہادت پڑھوا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بلند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر ان میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ ان سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتاؤ نہ رکھیں گے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ ان کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے۔"

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند علی پور سیدیاں کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے فرمایا کہ :-

ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں، کیونکہ اس وقت کفر اور اسلام کی آپس میں جنگ ہے ایک طرف کفر کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف اسلامی پرچم ہے جو مسلم لیگ کا ہے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس وقت مسلمانوں کو بچانے کے لیے اور اسلامی شہادت کی حفاظت کے لیے تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔"

حضرت اقدس کے اس اعلان کے بعد لوگ دھڑا دھڑا مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے حتیٰ کہ جلد ہی مسلم لیگ عوامی جماعت بن گئی حضرت کے مریدوں نے پورے ملک میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کر کے شریک پاکستان کو ایک ولولہ نمازہ بخشا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو حضرت نے صوبہ سرحد کے مریدوں کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر مسماعی صرف کر دیں۔

گزشتہ سنطور میں ۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کے سالانہ اجلاس علی پور سیدان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی ملت اسلامیہ کیلئے گرانقدر خدمات اور ساعی جہیلہ کا اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دسمبر ۱۹۳۸ء میں حضرت امیر ملت براہ کراچی عازم حج ہوئے۔ بخشی مصطفیٰ علی خان (خلیفہ امیر ملت، ف ۱۹۷۴ء) بھی قدموں کے ساتھ تھے۔ جہاز کی روانگی کے انتظار میں چار دن کراچی قیام کرنا پڑا۔ اس اثنا میں کراچی شہر کے قاضی صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ مسلم لیگ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگریس میں شامل ہوں، دوسری زور لگاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں۔

آپ نے جواب فرمایا :-

قاضی صاحب! آپ کے سامنے دو علم ہیں، ایک حق کا دوسرا باطل کا۔ فرماؤ! آپ کون سا علم پسند کریں گے؟ مرنا بھی ہو تو کیا باطل کے علم کے نیچے مرنا پسند کریں گے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ حضور! مسئلہ سمجھ میں آ گیا۔

۱۹۳۹ء میں برصغیر میں پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و علمی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ حضرت امیر ملت نے اپنے مرید خاص پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو اس کام پر مامور کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد ڈاکٹر افضل حسین قادری (ف ۱۹۷۴ء) کے تعاون سے ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان "ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل" مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے "علی گڑھ پاکستان سکیم" کے نام سے شہرت عام بقلائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہ کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید و حمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہردل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں "علی گڑھ سکیم" ایک نشانِ اعظم کا حکم رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلے میں حضرت امیر ملت کے مشورہ پر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) اور حکیم الامت علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کو بارہا حکیم الامت کی خدمت میں بھیجا۔

ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) کا خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی علیحدہ قومی شناخت جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور دوسرے چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ، مدنا پورہ، بہار کا ضلع پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ) اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی کمیٹی کی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لئے بھی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

۱۹۴۹ء میں جب کانگریس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگریس وزارت سے استعفیٰ ہو گئی تو مسلمانوں میں ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ہندوؤں کی ایذا رسانیوں اور ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی۔ اس پر حضرت قائد اعظم نے ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جمعہ المبارک یوم نجات منائیں اور بعد نماز جمعہ دو فنسل شکرانہ کے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کریں کہ فیصلے کو مسلمانوں اور دوسرے پسماندہ فرقوں نے نہایت جوش و خروش سے قبول کیا۔ پورے ہندوستان میں جلسے ہوئے جن میں کانگریسی حکومتوں کے مظالم کا ذکر کیا گیا اور ان سے نجات پانے پر شکر ادا کیا گیا۔

حضرت امیر ملت نے دربار عالیہ علی پور سیدال (سیالکوٹ) میں شایان شان "یوم نجات" منانے کا اہتمام فرمایا اور تاریخی مسجد نور میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو فنسل شکرانہ ادا فرمائے اور پھر اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور "یوم نجات" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:-

"دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کون سے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب سے بڑاواز بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔ پھر اپنے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو تم ان کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر اپنے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔"

اس کے بعد جوں جوں قائد اعظم کی زیر قیادت مسلم لیگ کی خدمات منظر عام پر آتی گئیں حضرت امیر ملت کی توجہ مبارک زیادہ سے زیادہ اس طرف مبذول ہوتی گئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو لاہور پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قرار داد پاکستان منعقد ہوا تو حضرت نے آل انڈیا کانفرنس کی نمائندگی کے لیے مولانا عبدالحامد بدایونی (د ف ۱۹۷۰) اور مولانا عبد الغفور نزاروی (د ف ۱۹۷۰) کو بھیجا جبکہ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی اس وقت نوجوان طلباء کی نمائندگی کر رہے تھے۔

اول الذکر دونوں حضرات تو مسلم لیگ کے باقاعدہ ممبر، مبلغ اور جانثار خادم بھی تھے اس موقع پر حضرت امیر ملت نے ایک بیان جاری فرمایا کہ :-

مسلم لیگ ہی ایک اسلامی جماعت ہے مسلمانو! سب اس میں شامل ہو جاؤ، اگر اس میں شامل نہ ہو گے تو اور کون سی جماعت ہے جو مسلمانوں کی ہمدرد ہو سکتی ہے۔ کانگریس سے اس بات کی توقع رکھنا کہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔ ۱۷

انہی دنوں قائد اعظم علیحدہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تھے حضرت امیر ملت نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو قرار داد پاکستان کے مبارک موقع پر ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر قائد اعظم کو اپنی بھرپور تائید و حمایت کا یقین دلایا۔ تار کا مضمون یہ تھا :-

”فقیر مع نوکر و جمیع اہل اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و مدارج کے لیے دعا کرتا ہے۔“ ۱۷

۲۶ جولائی ۱۹۴۳ کو ظہر کے وقت خاکسار کارکن رشیق صابرا ف مزنگ لاہور نے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیر ملت نے ان دنوں حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز تھے رات کو دس بجے کے قریب مسلمانان حیدرآباد دکن محبوب رہنما لسان الامت قائد ملت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگ (د ف ۱۹۴۴) صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و صدر مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ عرض فرمایا کہ سنائی۔ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ اپنے فوراً روبرو تہنیت ہو کر حضرت قائد اعظم کی صحبت سبلاستی اور رازی عمر و کامیابی مقاصد کے لیے دعا مانگی۔ دوسرے دن اپنے بقلم خاص قائد اعظم کے نام ہمدی و مزاج پرسی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگ دوبارہ حاضر ہوئے

اپنے اپنا مکتوب ان کو سنایا اور پھر تو اب صاحب کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ لٹاپ کر کے
مل تحریر کو اس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر علمی نسخہ قرآن مجید، ایک مخطی جانماز، ایک
بیخ، ایک شال، ایک زمزمی آب زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخششی مصطفیٰ اعلیٰ خاں (وف ۱۹۷۳ء)
ملیفہ امیر ملت و سابق ڈی ایس پی بنگلور، قائد اعظم گوروانہ فرمائیں۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے مکتوب گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا

خاکہ ۱۔

قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوششیں آپ کر
رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص
ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔
نمود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی دشمنی ہے۔ فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ علیہ السلام
علیہ السلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین
کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ جملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے فال نیک ہے۔ آپ
کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول
مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے
نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرماتا ہے، اس کے دشمن پیدا کرتا ہے۔
میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور
میرے تمام یاران طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں
کہ اپنے مقصد سے ذرا بھرا نہیں ہٹیں گے۔

بخششی صاحب جب حضرت امیر ملت قدس سرہ کا مکتوب گرامی لے کر جانے لگے تو زو اب
بہادر یار جنگ بھی تشریف لے آئے اور بخششی صاحب کو اپنی طرف سے حضرت قائد اعظم کے نام مندرجہ ذیل
خط دیا۔

حیدرآباد دکن

۳۱ اگست ۱۹۴۳ء

مالی ڈویژن سر جلال

حامل رقم ہذا خان بہادر بخش مصطفیٰ علی خاں، امیر مملکت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب دہشت علی پوری کے پیغام بر ہیں جن کے پورے ہندوستان میں لاکھوں مرید اور جانثار موجود ہیں۔ وہ مفتی (کفایت اللہ) دہلوی، دیوبندی، مولانا احمد سعید دہلوی دیوبندی، اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہندو مت کے سیاسی جوڑ توڑ سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے مذہبی تشخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، میں نے ان کو آپ کا مداح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لئے بڑے نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں ان کے اخباری بیان نے ان کے مزاج پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت، اور اثر ذر سوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر مملکت نے اپنے پیغام بر کے ذریعے آپ کے لئے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کئے ہیں۔ ان تحائف میں قرآن حکیم کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو بین میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے پیغام بر کو چند منٹ کے لئے ملاقات کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جوابات تلاش و شکر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لئے بڑا سود مند ہوگا۔

میں آپ کی صحت یابی اور درازی عمر کے لئے دعا گو ہوں۔

آپ کا مخلص ترین

محمد بہادر خاں

بخش صاحب خط اور تحائف لیکر بمبئی گئے۔ مالابار ہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ خدمتہ القوم فاطمہ جناح (مادر مملکت) سے مل کر خط اور خطاں ان کے سپرد کر آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیر مملکت کو مطلع کیا۔ چند روز بعد (۱۱ اگست ۱۹۴۳ء) کا لکھا ہوا قائد اعظم کا خط آیا جس میں انہوں نے سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ: "جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہوں گا۔ آپ کے قرآن شریف

اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیے ہیں ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانا تا آپسے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیونکر مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا تسبیح آپسے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے میں اس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا۔

جب قائد اعظم کا مکتوب حضرت امیر ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور

”میں حیدرآباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب ممبئی میں ہیں۔ استغناء بعد مسافت پر ان کو میرے ماضی الغیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ درآں حالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی۔“

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائد اعظم نے یہ خط لکھا:

۱۱ اگست ۱۹۴۳ء

ڈیر نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت شکر ہوں کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف کا ایک نسخہ مدینے کی بنی ہوئی جانا نماز تسبیح اور زبیرم اپنے پیغمبر خان بہادر بخش مشفق اعلیٰ خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو ان کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے پیغمبر کو خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ البتہ مس جناح نے ان کا استقبال کیا اور دو مخالفوں کے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا سلام قبول ہو۔

آپ کا پر خلوص

ایم اے جناح

۱۹۴۲ء میں حضرت امیر مملکت نے ضلع ہوشیار پور اور حال مشرقی پنجاب انڈیا کے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے کمر بستہ کیا۔ ایک ہی جلسے کی روئے مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری (ف ۱۹۸۲ء) سے سنئے :

۱۹۴۲ء میں قبلہ پیر جماعت علی شاہ کی زیر صدارت دوسوہہ ضلع ہوشیار پور میں بہت بڑا جلسہ تھا جس میں مجھ کو بہ نظر محبت مدعو کیا گیا۔ میں نے معذرت لکھ بھیجی کہ حالات کے پیش نظر نہیں پہنچ پاؤں گا۔ یکایک ایک دن پہلے تار ملاً کہ دوسوہہ کے جلسے میں پہنچو۔ یہ تاریخ قبلہ پیر جماعت علی شاہ کی طرف سے تھا جس کے بعد میرے لیے انکار کی گنجائش نہ رہی لہذا میں حاضر ہوا۔ یہ جلسہ بہت ہی کامیاب اور کامران ہوا۔ حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ نے مسلم لیگ کی اہمیت اور پاکستان کے موضوع پر با اثر اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تقریر فرمائی۔ ہندوؤں کی مکاری اور انگریز کے خلاف جو مسلمانوں کے مقابلے میں آریہ سماجی ہندوؤں اور برہمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، کے متعلق وضاحت سے تقریریں فرمائیں۔

۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء کو تالاب شیخ مولانا بخش سیالکوٹ کے وسیع پنڈال میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے حضرت امیر مملکت قدس سرہ نے جو سرپرستی فرمائی، وہ دے دینے والے تھے۔ قلمی سخی نے قلمی سخی کے تعاون فرمایا۔ قائدین مسلم لیگ کو اس اجلاس شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ نواب بہادر یار جنگ (ف ۱۹۴۲ء) کو بھی حضرت اقدس نے اس تاریخ یا دو گاراجلاس میں دعوت شرکت و خطاب دی۔ نواب صاحب نے اس کا ذکر خیر ایسے ایک خط بنا لہذا اللہ خاں وکیل جنرل سیکریٹری مجلس استقبالیہ پر وانشل مسلم لیگ کانفرنس حمام الدین سٹیٹ سٹی محترمہ ۱۰ فروری ۱۹۴۲ء میں اس طرح لکھا ہے :

”مکرمی! خط اور حضرت مولانا جماعت علی شاہ صاحب کا ارشاد وصول ہوا۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن اجلاس کی تواریخ سے واقفیت کا انتظار ہے کیونکہ میں نے اس دفعہ پنجاب کی آمد پر بعض اور جلسوں میں بھی شرکت کا وعدہ کر لیا ہے۔ جیسے ہی تاریخوں کا تعین ہو مطلع فرما کر ممنون کیجئے۔“

جون ۱۹۴۲ء میں حضرت امیر مملکت ہسری نگر (کشمیر) میں تشریف فرما تھے کہ قلمی

جوہری غلام عباس دف ۱۹۶۷ء جو آپ کے مرید صادق تھے، قائد اعظمؒ کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائد اعظمؒ کی پُر تکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے دسترخوان پر چنے گئے اور کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتا پر یا گشتا بہ نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظمؒ کو مخالف مرحمت فرمائے اور کامیابی و کامرانی کی دعا فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ سب لوگ مسلم لیگ کے لیے وقف ہو جاؤ اور اسے درے درے قدمے قلمے سنبھالنے کے لیے تیار رہو۔ تحریک پاکستان کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یاد ہے کہ اس تاریخی اور بے مثل دعوت میں کشمیر اور بیرون کشمیر کے روسا و علمائین بھی شامل تھے۔ ۳۳

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مؤرخ اور صحافی کلیم اختر (دف ۱۹۹۶ء) کی زبانی سنئے:

”۱۹۴۴ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ علیہ سرینگر میں تھے۔ آپ کا قیام ہوسس بوٹ میں تھا۔ جموں اور سرینگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہزاروں مریدین تھے۔ جموں میں قاضی خاندان ان سے بیعت تھا، جموں تشریف لاتے تو قاضی امیر الدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی ظہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ہاں قیام فرماتے۔ جوہری غلام عباس مرحوم کو بھی ان سے عقیدت و محبت تھی۔ میرے تایا ماسٹر غلام حیدر مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر حضرت صاحب کے مرید تھے۔“

سرینگر میں ۱۹۴۴ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظمؒ محمد علی جناح کے اعزاز میں نشاط بلغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاؤٹیکے لگائے گئے اور قائد اعظمؒ محمد علی جناح نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی اس دعوت میں سرینگر کے معززین کے علاوہ ان کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائد اعظمؒ محمد علی جناح نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کار سے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ایک مرید نے ایک ڈبہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگاز نکال کر قائد اعظمؒ

محمد علی جناح کو پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگاز نکال
محمد علی جناح کو پیش کیا جسے انہوں نے لیا اور سگال لیا۔ بعد میں حضرت پیر
جماعت علی شاہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین
نے سگاز کیوں پینے کیلئے دیا۔

آپ نے فرمایا: "آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف
ہیں۔ یہ کھانے کے بعد سگاز پیتے ہیں اور میرے جہان میں میری نظروں میں
اس کا درجہ ولی سے کم نہیں ہے۔"

یہ جواب سن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت
پیر صاحب نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تلقین بھی کی۔

دعوت سے فارغ ہو کر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈا
عطا فرمائے، ان میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور
کفر کا۔ پھر قدرا و اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگی
پر کامل یقین کرتے ہوئے قائد اعظم نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے
فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی
زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔" ۲۵

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیرزادہ محمد انور زبیر چشتی (دف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی
تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجئے!

"۱۹۴۴ء میں سیالکوٹ کے بعد قائد اعظم، کشمیر تشریف لے گئے۔

وہاں ان دنوں میرے پیر و مرشد حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب
محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سرینگر میں تشریف فرما تھے جب حضرت صاحب
کو حضرت قائد اعظم کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت
سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدان خاص الحاج الہدیہ ہا بالال پوری اور
الحاج غلام جیلانی (جیلانی ٹینٹ سروس راوی روٹ لاہور) کے ہمراہ دعوت عصرانہ کی
دعوت دینے کے لیے بھیجا، قائد اعظم نے بخوشی حضرت امیر ملت کی دعوت قبول فرمائی۔

آپ جب دعوت میں شرکت کے لیے پہنچے تو ہمارے حضرت صاحب کے تمام مریدین اور معتقدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائد اعظمؒ کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ قائد اعظمؒ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائد اعظمؒ نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا کی درخواست کی جس پر آپ نے انتہائی حضور و خشوع کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائد اعظمؒ کی درازی عمر اور صحت کے لیے خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائد اعظمؒ کو نہایت قیمتی سگار کا تحفہ پیش کیا حالانکہ حضرت صاحب کی محفل میں کوئی شخص بھی سگریٹ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائد اعظمؒ کے رخصت ہونے کے بعد آپ کے مرید خاص حاجی اللہ ودھایا نے نہایت عاجزی سے استفسار کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۳۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیر دل لیڈر حضرت مولانا شوکت علیؒ اسی عقیدت، نیاز مندی اور خلوص سے قائد اعظمؒ کا احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔ مولانا شوکت علی مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائد اعظمؒ کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی قوت ہے، وہ جناح صاحب کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مخلص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور ترکیب برتری کے جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔"

اسی طرح میرے پیرو مرشد نے اپنے مرید خاص سے فرمایا: مریدِ جناح، اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرت کا ملکہ اس کے مسلمانوں کی آزادی کے "ہیرو" کا کام لینے والی ہے۔ اس لیے میرے مریدین اور معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف جناح کا ادب و احترام کریں بلکہ ان کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔ یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیے جب بھی جلالِ سید

یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائدِ اعظمؒ کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون
 کھولنے لگتا ہے اور میرے پیروں میں شکر کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائمِ اعظمؒ
 کی عظمت اور محبت کو دو چند کرتے ہیں اور میرا سرِ بانیِ پاکستان بابائے قوم حضرت قائدِ اعظمؒ
 محمد علی جناح کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز
 زندگی کے آخری سانس تک پیارے قائدِ اعظمؒ کے اس عطیہ خداوندی چمنستانِ پاکستان
 کی بقا اور سالمیت کے لیے جدوجہد جاری رکھوں گا۔ ۲۶

قائدِ اعظمؒ کے تاملتہ روحانی مدارج کا انحصار حضرت امیرِ ملتؒ کے فیضِ نظر سے تھا۔
 کوئی ماننے یا نہ ماننے لیکن یہ ایک اہل حقیقت ہے کہ حضرت قائدِ اعظمؒ نے ۱۹۴۴ء میں سری نگر (کشمیر) میں
 ملاقات کے بعد شام کو خاموشی کے ساتھ حضرت امیرِ ملتؒ کی خدمت میں سترہ کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت بھی حاصل
 کر لی تھی۔ اور حضرت سے بھرپور روحانی استفادہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ مکمل طور پر شریعت کے
 احکام پر کاربند تھے۔ اب آہ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی ان کا وظیفہ بن چکا تھا مگر وہ اخفاری کے قائل تھے
 ظاہر داری اور کشمیر کے خلاف تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء کا ایک واقعہ رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ سے
 بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک روز وہ نماز فجر پڑھ کر علی الصبح اس نیت سے قائدِ اعظمؒ کی رہائش گاہ
 پر پہنچے کہ اس وقت قائدِ اعظمؒ تنہا اور فارغ ہوں گے اور ان سے خوب دلچسپی سے بات
 چیت ہو سکے گی۔ چنانچہ وہ منہ اندھیرے وہاں پہنچے تو خادم نے مولانا کو ڈرائیونگ روم
 میں بٹھا دیا اور خود قائدِ اعظمؒ کو اطلاع دینے کے لیے اندر چلا گیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے مولانا
 کی نظر ایک اندونی دروازے پر پڑی جو سناٹے کے کمرے میں کھلتا تھا اور اس وقت
 اس پر پردہ لٹک رہا تھا۔ مولانا اپنی جگہ سے اٹھے اور اس دروازے کا پردہ اٹھا کر
 دوسرے کمرے میں یہ دیکھنے کے لئے کہ وہاں کون ہے اندر جھانکنے لگے۔ اندر تہیِ جل
 رہی تھی اور کمرے کے ایک کونے میں کوئی صاحبِ جاہئے نماز کچھائے قریب رو اپنے
 معبود کے روبرو سجدہ ریز تھے۔ حالتِ سجدہ میں پورا جسم یوں لرز رہا تھا جیسے شدید گرمی
 طاری ہو۔

مولانا حسرت موہانیؒ کا کہنا ہے کہ وہ صاحبِ محمد علی جناحؒ تھے جو سجدہ
 میں خالقِ کائنات سے فریاد کناں تھے۔ ۲۷

آواخر جون ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک نبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" تھا۔ اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے واحد نمائندہ جامعہ ہے لہذا سب مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہو سکتے ہیں۔ آپ کے اس بیان کی تائید حضرت صاحبزادہ ظہور الحق صاحب نے نشین خاندانہ سراجیہ گورڈا سپور (ف ۱۹۸۴) حضرت پیر سید محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم (ف ۱۹۶۶) حضرت میاں علی محمد سجادہ نشین بستی شریف (ف ۱۹۷۵) حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین ٹونہ شریف (ف ۱۹۶۰) اور حضرت سید محمد حسین سجادہ نشین سکھو چک ضلع گورڈا سپور (ف ۱۹۷۸) وغیرہ مشائخ عظام نے کی۔

۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی، حضرت امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں اطراف و اکناف ملک کے دورے کئے اور قائد اعظم کے حق میں فضا ساز کار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بصدق "کھسیانی بلی کھبیا نوچے" جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظم کی ذات والا صفات پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت فرماتے ہوئے ارشاد کیا:

"دوقومی نظریہ سب سے پہلے سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظم نے اسی دوقومی نظریے کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کے لیے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلا تیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے مسلمانوں نے قائد اعظم کو اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر ان کی ذات پر کچھ اچھا لانا اور رکیک و سوتیلانہ حملے کرنا کیا معنی؟ ماسوائے ذاتی کدورت و حسد کے یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجالا رہا ہو۔" ۱۹

اس کے بعد حضرت امیر ملت نے قائد اعظم اور تحریک پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود طوفانی دوروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اوائل ستمبر ۱۹۴۵ء میں زرتک (حال انڈیا) کا دوروزہ دورہ فرمایا اور حسب سابق شہری و ضلع مسلم لیگ کے سیکرٹری مالیات صاحبزادہ اختر علی صدیقی کو شرف میزبانی بخشا اور قلعہ میں ان کے دیوان خانہ میں قیام فرمایا اور رات کو ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

”مسلمانو! دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا۔ بتاؤ! تم اسلام کے جھنڈے کے نیچے جاؤ گے یا کفر کے مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے اور کانگریس کا جھنڈا کفر کا جھنڈا ہے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم کس جھنڈے کے نیچے رہو گے؟“

حاضرین نے باواز بلند کہا کہ ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے رہیں گے۔ پھر آپ نے شہری مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کئے، راؤ خورشید علی، چوہدری حسین علی اور محبوب الہی وغیرہ وغیرہ۔

۱۳ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن تریب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان و پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت و جماعت تشریف لائے۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔

اس موقع پر صوبائی سنی کانفرنس پنجاب کا قیام عمل میں لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگریس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے۔ لہذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ نہرو کے زبرد غلام ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۴۵ء کو سہ روزہ ”الامان“ دہلی میں حضرت امیر ملت کا ایک بیان شائع ہوا جس میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی تھی کہ ”وہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔ اپیل کے آخر میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ خدام سراج کی عمر دراز کرے جو ہندوستان کے مسلمانوں کے واحد لیڈر اور واقعی قائد اعظم ہیں۔“

۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "خلافت" بمبئی میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں علماء و مشائخ کا ایک مشترکہ بیان چھپا جس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کا اسم گرامی سر فہرست تھا اور دیگر حضرات میں مولانا حسرت موہانی، آرت (۱۹۵۱ء) خواجہ حسن نظامی دہلوی (ف ۱۹۵۵ء)

مولانا محمد بخش مسلم (ف ۱۹۸۷ء) اور مولانا طغر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) وغیرہ شامل تھے۔

آواخر ستمبر ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا :

"..... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ

جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی

واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں اس موقع

پر جیسا کہ قائد اعظم "محمد علی جناح صاحب نے مسلمانان ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک

مسلمان کو مسلم لیگ کے امیر و ارکو و ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چند

دینا چاہیے فقیر بحیثیت امیر ملت، قائد اعظم کی اس اپیل پر زور تائید کرتا ہے کہ

اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ

تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔"

اس کے بعد اپنے اور زیادہ اہمک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی حمایت

میں سرگرمی دکھائی۔ آپ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشینی چھوڑ

کر میدان عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے

ذریعے تعاون عمل کے پیغامات موصول ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مانگی شریف (پیر امین الحسنات،

ف ۱۹۶۰ء) خود بہ نفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر متر و طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے

عرض کیا :

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا۔"

اپنے فرمایا :

"اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب

کر رہے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی ان کی امانت فرمائیں۔"

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت پیر صاحب مانگی شریف

نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مانگی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں برصغیر کے نامور علماء و مشائخ کی کانفرنس بلائی۔

تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ یہ کانفرنس رات کو حضرت پیر معصوم بادشاہ فاروقی
نقشبندی مجددی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۵۷ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل
سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) فخر ملت مولانا عبدالخالد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) پیر صاحب

تونسہ شریف خواجہ غلام سدید الدین (ف ۱۹۶۰ء) پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف (ف ۱۹۷۸ء) اور

حاجی فضل حق پیر صاحب کارلوانہ شریف (ف ۱۹۵۲ء) جیسے پانچ صدیہ علماء و مشائخ نے قدم مہینت

لزوم فرمایا حضرت امیر ملت نے اپنے رُوح پر و خطاب میں قائد اعظم اور مسلم لیگ کی زبردست حمایت

فرمائی۔ تمام حاضرین نے تحریک پاکستان کی تائید و حمایت میں تین دھن کی بازی لگانے کا عہد کیا۔

۲۶ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے زیر اہتمام جامع مسجد میاں جان محمد

مرحوم میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر سرپرستی وزیر صدارت عرس حضرت امام العظم رحمۃ اللہ علیہ کی

سالانہ تقریب بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء و مشائخ

نے اس سہ روزہ جلسے میں شرکت کی۔ ۲۸ اکتوبر کے اجلاس میں حضرت امیر ملت نے بنفس نفیس رونق افروز

ہوئے اور پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق پر جوش الفاظ میں تقریر

فرمائی۔ حاضرین کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ امرتسر جو احرار کا گڑھ شمار ہوتا تھا، اب گلی گلی کوچے کوچے

میں "مسلم لیگ زندہ باد" اور "امیر ملت زندہ باد" کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

یاد رہے کہ اس سہ روزہ تقریب میں حضرت صاحبزادہ سید الزور حسین علی پوری (ف ۱۹۷۲ء)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت قبلہ سید محمد محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء) خطیب

بے مثل سید محمود شاہ کجراتی (ف ۱۹۸۷ء) شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا محمد شریف

کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) اور مولانا محمد بشیر کوٹلوی نے بھی حضرت امیر ملت کے قدموں میں بیٹھ کر مسلم لیگ اور

تحریک پاکستان کی پر زور حمایت میں تقریریں کیں۔

عرس مبارک کی تقریب اختتام کو پہنچی تو حضرت امیر ملت نے ضلع امرتسر کا دورہ

فرمایا اور تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے مدلل اور پر مغز تقریریں کیں۔ آپ کے ساتھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) حضرت محدث کچھوچھوی (ف ۱۹۶۱ء)

اور سید بوسے شاہ رمداری (ف ۱۹۳۷ء) بھی تھے۔ یہ نوزانی قافلہ جہدھر سے گزرتا، فضا میں خوشبو

بکھرتی جاتی۔ لوگ نعرہ تکبیر و رسالت کے بعد "امیر ملت زندہ باد"، "قائد اعظم زندہ باد" اور "مسلم لیگ زندہ باد"

کے فلک شگات نعرے لگاتے۔ ظ وہ جہدِ صحرے گزرے روشنی ہوتی گئی۔

اگرچہ حضرت امیر ملت "ضعیف العمر تھے مگر جب جلسہ سے خطاب فرماتے تو آپ کی آواز مبارک دُور دُور تک سامعین کے قلب و جگر میں پیوست ہوتی جاتی اور حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اس دور کے بعد کانگریس یاد دوسری نیم کانگریسی جماعتوں کا کوئی جلسہ کامیاب نہ ہو سکا۔ انہی جگہوں پر جہاں کانگریسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے وہاں پتھر پڑتے دیکھا گیا اور مشرقی پنجاب کی فضا مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آسکے پُر کیف اور وجد اور نعروں سے گونجنے لگی۔ ۳۸

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی کے صفحہ ۳ کالم ۲ پر مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ایک تہلکہ خیز بیان شائع ہوا جس نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور کانگریسی علماء کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ :

ہندوستان بھر میں صرف مسلم لیگ ہی ایسی جماعت ہے جو بالکل صحیح طور پر مسلمانان ہند کے حقوق کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس لیے مسلم لیگ کی ہر ممکن امداد کر کے اس کو کامیاب بنانا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے اور جو لوگ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دشمنانِ اسلام ہیں۔ اس لیے اہل اسلام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخالفین مسلم لیگ کے نہ تو جوازوں میں شامل ہوں اور نہ ان کے مُردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے دیں۔ ۳۹

اس بیان کو بعد میں گجراتی زبان کے روزنامہ "وطن" بمبئی نے بھی اپنی اشاعت ۶ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ پر شائع کیا۔ یوں حضرت امیر ملت کے یہ زریں ارشادات ہندوستان کے کونے کونے میں گونج اٹھے اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گئے۔

۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو جامع مسجد میاں جان محمد حرم امرتسر شہر میں ایک عظیم الشان رُسی کانفرنس زیرِ صدارت حضرت امیر ملت منعقد ہوئی جس سے صد الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں ایک ہنگامہ خیز تقریر کی۔ ان کے علاوہ حضرت صاحبزادہ سید انور حسین علی پوری (دف ۱۹۷۲ء) اور صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی (دف ۱۹۸۷ء) نے بھی تحریکِ پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔ حضرت امیر ملت نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلسل دو گھنٹے تک مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں پُر جوش خطاب فرمایا۔ ۴۰

۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانگی شریف (دف ۱۹۶۰ء) نے مانگی شریف ضلع چٹاوار

میں قائد اعظم کی ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملت کو جلسہ کی صدارت کے لیے دعوت دی لیکن آپ نے سازی طبع کے باعث تشریف نہ لے سکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملّت پر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب نے ۱۹۶۱ء کو قائد اعظم کے لئے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تمغیلی اور کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانگی تشریف لے حضرت سراج الملّت کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائد اعظم جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملّت آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا، قائد اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیر ملت نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔" یہ سن کر قائد اعظم بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملّت کے دست مبارک سے تمغہ لیا اور قائد اعظم کی شروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانگ دیا۔ قائد اعظم نے مسکرا کر شکر یہ ادا کیا اور بیٹھے گئے۔

نومبر ۱۹۴۵ء کے آخر میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں امیر ملت کا ایک اور بیان شائع ہوا جس میں حضرت نے فرمایا کہ:

"دس کروڑ مسلمانان ہند نے فقیر کو امیر ملت تسلیم کر لیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے امیر ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا نصِ قطعی سے واجب ہے۔ امیر ملت کا فرمانبردار خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ امیر ملت کا فرمانبردار خدا اور رسول کا رجل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ محمد علی جناح کی اس اپیل کی فقیر بھی بحیثیت امیر ملت پر زور تائید کرتا ہے کہ ہر مسلمان مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دے اور حیثیت سے زیادہ اس کو چہرہ دے۔"

اوائل نومبر ۱۹۴۵ء میں پنجاب کے نامور صوفیائے کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تاکید کی گئی کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ حضرت امیر ملت نے اس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ:

"جو مسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مر جلتے تو ان کے مرید ایسے شخص کا جنازہ بھی نہ پڑھیں۔"

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات کے سلسلے میں حضرت امیر ملت نے ایک تاریخی بیان جاری

فرمایا جس سے کانگریس اور دیگر مسلم دشمن جماعتوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بیان ملاحظہ فرمائیے اور حضرت اقدس کے مجاہدانہ کردار اور قلندرانہ یلغار کی وا دو کیجئے :

”اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے فقیر کو امیرِ ملت تسلیم کر لیا۔ اب جملہ مسلمانانِ ہند کو اپنے امیرِ ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ امر فقیر اپنی ہی طرف سے پیش نہیں کرتا ہے بلکہ نصِ قطعی سے ثابت کرتا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اور جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے امیر سے نافرمانی کی اس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نافرمانی کی اور جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔“

پس اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے، اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے، فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملت، قائد اعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانانِ ہند سے غوراً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پُر زور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو روزنامہ ”وحیدت“ دہلی میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہ نے اپنے

فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

”میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا

جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔“

فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے حضرت امیر ملت اور ان کی اولاد
 اجماع نے طوفانی دورے کر کے مخالفین تحریک پاکستان کے مندرجہ ذیل غلام کو ناکام بنا دیا۔ انہی دنوں آپ کو
 سیالکوٹ شہر میں تشریف لاکر خطاب فرمانے کی دعوت دی گئی۔ آپ شدید علالت کے باوجود تشریف
 لائے۔ تقاضے کے باعث کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے پڑھا گرسھا سیال کوٹ کی ایک آبادی میں
 قیام فرمایا۔ آپ کے مریدین اور ہزاروں شہری روزانہ حاضری دیتے تو چار پانی پڑھی حاضرین کو خطاب فرماتے اور
 تلقین کرتے کہ وقت کے تقاضے کے مطابق مسلم لیگی امیدواروں کی بھرپور اعانت کی جائے۔ آپ کی ہریت
 نے ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم
 عمل ہو گئے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو کچی مسجد چاندو ضلع امراتی (انڈیا) میں ایک بڑا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔
 جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا کہ حضرت امیر ملت صد آل انڈیا سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار
 کر کے ان کے احکامات پر تسلیم خم کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور حضرت امیر ملت کے مسلم لیگ کی تائید و
 حمایت کے متعلق اعلان پر لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہندو سے مسلم لیگ کو کامیاب دکھانے کے لئے
 پُر زور اپیل کی گئی ہے۔

انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے گولہ لاکر انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا
 جس کی رو سے مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم قرار دیا گیا اور اس جرم کی سزا تین سال قید
 اور جرمانہ بھی مقرر کی گئی۔ اس پر لاہور کے ایک جیل کے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم آف قلعہ گوجر سنگھ (ف ۱۹۸۱ء)
 نے جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلام آباد لاہور کی گراؤنڈ میں بلانی جس
 کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (ف ۱۹۶۱ء) مولانا عبدالحماد
 بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) خواجہ محمد زمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء) محمد سوم سید محمد رضا
 شاہ گیلانی ملتان (ف ۱۹۴۹ء) خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (ف ۱۹۷۴ء) پیر صاحب مانگی شریف (ف ۱۹۶۰ء)
 سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میا نمبر لاہور (ف ۱۹۷۰ء) سید محمد عباس شاہ کرمانی سجادہ نشین
 شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء - زندہ) اور
 مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء - زندہ) کے علاوہ بہت سے دیگر علماء کرام اور عوام کی بھاری تعداد نے شرکت
 کی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم (ف ۱۹۸۱ء) قلعہ
 گوجر سنگھ میں عبدالکریم روڈ انہی کے نام سے موسوم ہے۔ مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے

کہا کہ اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے گو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔

حضرت امیر ملت نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ :

”حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسطر جناح کو پر ملا گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ”سکینہ“ ہوں۔ ”سکینہ“ موت سے کبھی نہیں ڈرتا میں اپنے یارانِ طریقت اور حلقہ بگوشوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ہی ووٹ دیں اور عامۃ المسلمین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلم لیگ ہی کو کامیاب و کامران بنائیں۔“

اس جلسہ میں شرکت کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی (دف ۱۹۴۹ء) بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے حضرت امیر ملت سے عرض کیا کہ

”میں نے سنا ہے کہ اہل لاہور میرے درپے آزار ہیں، ایسا کیوں ہے؟“

حضرت امیر ملت نے فرمایا :-

”مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں۔“

مولانا عثمانی نے کہا :-

”میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔“

اس پر حضرت امیر ملت قدس سرہ کھڑے ہو گئے اور آپ نے مولانا عثمانی کو گلے لگایا اور فرمایا، ”آپ میرے بھائی ہیں۔“ پھر جلسے سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ :-

”علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خیر دار! ان سے کوئی گستاخی نہ

ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے۔

مولانا عثمانی، حضرت امیر ملت کے اخلاق کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔
تحریک پاکستان کے نامور طالب علم رہنما حکیم آفتاب احمد قریشی (ف ۱۹۸۱ء) نے حضرت امیر
کی اس تقریر پر یوں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے :

”اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے کی۔ اگرچہ آپ عمر رسیدہ ہونے
کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے مگر ان کا عزم جواں تھا۔ آپ نے تقریر کی ابتداء کی تو ایسے
معلوم ہوتا تھا جیسے شبنم پتوں پر گر رہی ہو۔ چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے
خطاب کر رہے تھے۔ ان کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ آپ نے
برطانوی سامراج اور اس کے حاشیہ برداروں کو دعوت مبارزت دی اور اعلان فرمایا
کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے، حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت
کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرت کے اس تاریخی اور دلہلہ انگیز خطاب سے
پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب
طلوع ہوا۔ جنگ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔“

تاریخ سیالکوٹ کے مصنف جناب رشید نیاز (ف ۱۹۹۰ء) اس کانفرنس میں شریک تھے
ان کے تاثرات خاصے کی چیز ہیں ملاحظہ ہوں :

”۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کا تکمیل جس شدت کے ساتھ اسلامیان
ہند کے رگ زلہ میں سرایت کر چکا تھا اس کی مثال ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ملتی بہت
مجال ہے۔ اور پھر لاہور کو تو اس سلسلہ میں مرکزی حیثیت مل چکی تھی۔ انہیں دلوں میں
تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھا۔ تو ارکان دن تو طلباء کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے
کم نہیں تھا۔ صبح نو بجے کا وقت تھا، میں اور میرے چند رفقاء کہیں پکنگ پر جانے کے لیے
ولز ہوسٹل سے نکل کر نیلا گنڈ کے چوک میں پہنچ کر پروگرام کو آنکھوں کی شکل دینے کے لیے
تفریحی باتوں میں لگ گئے۔ اچانک میرے کانوں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز ٹکرانی :

”آج صبح ۱۰ بجے اسلام آباد کے میدان میں حضرت امیر ملت پیرسید
جماعت علی شاہ قوم سے خطاب فرمائیں گے۔“
پہنچے وہ الفاظ جنہوں نے میرے شعور میں ایک کیف و مسرت کی لہر دوڑادی۔ یہی

الفاظ میرے پروگرام کو حرف غلط کی طرح مٹا کر حرف آخر کی طرح ثبت ہو گئے۔ میں نے جب اپنے دوستوں سے جلسہ گاہ میں جلنے کے لیے کہا تو انہوں نے میری ہاں میں ہاں بچھا کر اس طرح ملائی جیسے وہ مجھ سے پہلے ہی جلنے کے خواہاں تھے۔ ایک نے بڑے اشتیاقاً نہ انداز میں مجھ سے پوچھا کہ کیوں نیاز صاحب! آپ نے تو امیر ملت کی زیارت کی ہوگی وہ بھی تو سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کچھ اس انداز سے سر ہلایا کہ میرا جواب ہاں اور نہ کے درمیانی نہراب میں قطرہ اشک کی طرح گم ہو کر رہ گیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ سر زمین سیالکوٹ مردم خیز ضرور ہے مگر مردم شناس نہیں حقیقت یہ تھی کہ مجھے اس رفیق کے سوال نے ندامت کے پسینہ میں شربور کر دیا تھا۔ اس نے کتنے ناز اور یقین سے سوال کیا تھا مگر اسے کیا خبر تھی کہ اہالیان سیالکوٹ گھر کے حکیم کی قدر نہیں کیا کرتے امیر ملت کی تشریف آوری کا اعلان سنتے ہی مجھے جو کیف و سرور حاصل ہوا اسے جلدی ہی ندامت کے اس تخیل نے آدلوچا،

”کہ اے نیاز! تمہارے شہر میں علم و معرفت کے جو سوتے ۶۰ سال سے بنجر قلوب کو سرسبز و شاداب کر رہے ہیں ان سے تیری دوری کا مطلب؟ میرے دوست راستہ میں گرگٹ کی طرح سینکڑوں موضوع سخن بدلتے رہے مگر میں ایک ہی ندامت کے تخیل میں سرگرداں تھا کہ اسلام آباد کے دروازے پر سینکڑوں حضرات کے اجتماع نے میرے اس تخیل کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ صحن میں پہنچے تو تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ ابھی ہمیں پہنچے مقولہ دیر ہی ہوئی تھی کہ خان ممدٹ (نواب افتخار حسین ممدٹ صدر پنجاب مسلم لیگ) کی کار میں امیر ملت تشریف لائے۔ میدان امیر ملت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ہر شخص سرکار کی زیارت کرنے کو بے قرار بلکہ ماہی بے آب تھا۔ میں بھی پانی کی طرح اپنا راستہ بنا تا ہوا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں سرکار کی کار آ کر رک کر کی تھی۔ کار کے دروازے کے آگے ایک چھوٹا سا صوفہ لاکر رکھ دیا گیا۔ سرکار کو چھوٹوں کی طرح اٹھا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔ بچوں معلوم ہوا تھا جیسے لڑنے حرکت کی ہے۔ اتنی نوزانی شخصیت اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں کیا عرض کروں کہ آپ کیسے لگ رہے تھے۔ اگر لوزر کی تعریف ہو سکتی ہے تو یقیناً آپ کی بھی تعریف ہو سکتی ہے۔ خیر سینکڑوں عشاق نے آپ کے صوفے کو اٹھا

کر سٹیج پر لا کر رکھ دیا۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد ایک مقرر نے مختصر سی تقریر کی۔ اس کے بعد امیر ملت کے سامنے مائیکروفون کر دیا گیا۔ سرکار نے اپنے مخصوص انداز میں جو تقریر فرمائی اس کی حیثیت پاکستان کی بنیاد میں خشتِ اقل سے کم نہیں۔ تقریر کے دوران میں فوراً جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمانے لگے، میں نے سنا ہے کہ چند لوگوں نے پنجاب سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو خط تحریر کے ساتھ کہہ کر آپ پنجاب آئے تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جذبے اتنی شدت اختیار کر لی کہ فوراً اردو سے پنجابی میں ارشاد فرمانے لگے:

”کتنے اے اوہ سوزما، جہیز امیر سے بھرا شبیر لوں و دھنا چاہندا
 ذرا ایس فقیر دے سامنے تے آئے۔ خداوی قسمیں! جتنے میرے ایس عالم بھرا
 واپسینہ ڈنگے گا او تھے انشاء اللہ میرا خون نظر آئے گا۔ او بڑول کینے، سامنے آئے
 کہاں یہ کیفیت تھی کہ آپ بستر سے ہل نہ سکتے تھے اور مشکل صورت پر
 تشریف فرما تھے اور کہاں نہ جہاں الفاظ فرماتے ہی صورت سے اٹھ کھڑے ہوتے۔
 خدا جانے یہ طاقت کہاں سے آگئی۔ بس جناب، جلسہ گاہ میں جوش و خروش کا
 ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا مردہ قلوب بھی جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو گئے بلکہ میں
 یہ کہوں گا کہ قلب جاری ہو گئے۔ آپ نے اپنی تقریر انہی الفاظ کے ساتھ ختم کر دی اس کے
 بعد تقاریر تو اور بھی ہوئیں مگر جذبہ آزادی کو جو فروغ آپ کی تقریر سے ملا وہ کسی اور کے
 بس کی بات نہ تھی۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ ہم بھی دوسرے سامعین کی طرح واپس بورڈنگ
 میں آگئے مگر ایک سیالکوٹی ہونے کی حیثیت سے میرے رفیق کا سوال میرے
 ذہن پر کچھ اس طرح ثبت ہوا کہ جس کی تشریح میرے بس کاروگ نہیں۔“

ذرا اندازہ فرمائیے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کس قدر دلیری، جرأت اور بے باکی
 کے ساتھ قائد اعظم کی تائید و حمایت فرمائی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گونا گوں دکاؤں میں آپ کے
 سہراہ نہ بن سکیں اور آپ ایک مرد مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے پیارے یعنی قائد اعظم کی حمایت فرمائی
 رہے اور مخالفین و معاندین کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے
 نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے فرمایا ہے
 ہر لحظہ ہے مومن کی نہی آن نہی شان
 گفتار میں کردار میں اللہ کی برہانے

اس کانفرنس کے بعد حضرت امیر ملت نے بحیثیت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا ایک دستخطی بیان ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر میں شائع کروایا کہ :
 "مسلم لیگ بڑی جماعت اہل اسلام ہے اور اس سے الگ رہنے والے اسلام دشمن ہیں" ۵۳

مارچ ۱۹۴۶ء کے اوائل میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چھپن علماء و مشائخ کا ایک متفقہ بیان شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ :

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و نمبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں امن و شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحب ہے۔

اس پر مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط تھے۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، حضرت شیخ محمد محبت چھوچھوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت، مولانا عبدالحمید بدایونی، محدث پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد لائل پوری، علامہ عبدالمصطفیٰ ازسری، مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی، شیخ الحدیث مولانا وقار احمد سیالپوری، مولانا محمد اجمل سنبھلی، مولانا مفتی تقدس علی خان بریلوی، مولانا غلام معین الدین نعیمی وغیر ہم حضرت امیر ملت کی نائذگی مولانا عبدالرشید صدر مدرس مدرسہ فقہ شریعت علی پور سبیل شریف نے کی۔ ۵۴

۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء کو پشاور میں پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی حضرت امیر ملت نے حسب معمول یہاں بھی تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں ولور انگریز خطاب فرمایا ۵۵

اسی دوران آپ سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں دف ۱۹۸۸ء کے گاؤں شاہی بلانہ میں تشریف لے گئے اور کلہ حق بلند فرمایا۔ اس کی تفصیل پشاور کے مشہور روحانی و سیاسی رہنما سید محمد امیر شاہ قادری (یکے توت پشاور) کی زبانی سنئے۔

"پیر صاحب دامیر ملت مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ پشاور اور سرحد

میں غفار خاں کا بڑا زور تھا مگر پیر صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ کسی کانگریسی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیں گے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ فتویٰ انہوں نے شاہی باغ میں دیا جہاں عبدالغفار خاں کا گھر ہے اور خدائی خدمت گار تحریک کا مرکز۔ پیر صاحب ضعیف العمر کندھوں پر اٹھا کر لائے جاتے مگر مجال ہے اس اللہ کے بندے کو کسی کا کوئی ڈر یا خوف ہو۔ وہ لیٹے ہوئے بھی جب بولتے تو زمین کا پتھی مٹتی تھی۔ انہوں نے عبدالغفار خاں کی کوئی پرواہ نہ کی اور بڑے دھڑلے سے فتویٰ دے دیا مگر کوئی بھی پیر صاحب کا بال بیکا نہ کر سکا۔ ۵۶

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس (انڈیا) میں فقیدالشار اجلاس شروع ہوا تو کانگریسی علماء نے اسے ایکٹ بیج کرا چکا جس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی۔ ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائد اعظم کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کے بارے میں جو تعزیری لکھی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمد خاص صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ساتھ سیلج پر تشریف لارہے تھے تو کئی راتوں میں اس سازش کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کو کرسی صدارت پر بٹھا کر اس پر لایا گیا۔ آپکی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کلام مجید کے بعد آپ ایک طنت پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :-

”جناب کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد کہتا ہے، کوئی ملعون ٹھہرتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رو سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو!

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (پارہ ۱۶ : سورۃ بریم : ۹۶)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔“

اس کے بعد اپنے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ :
 "تم بتلاؤ، ہے کوئی مافی کالان مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس
 کروڑ مسلمان قائد اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب
 رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو میں اس کو کوئی اللہ کہتا ہوں یہ
 اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو محمد اللہ میں صحیح النسب سید
 ہوں اور سید ماں کے پیٹ سے صد ہوتے ہیں۔ تمام امت آل رسول پر
 درود بھیجتی ہے۔ اس لئے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے
 شرف حاصل ہے۔"

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مخالفین اپنا سا
 منہ لے کر رہ گئے۔

پاکستان کے ممتاز ماہرین تعلیم اور مؤرخین نے آل انڈیا سٹی کانفرنس کے حوالے سے
 حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات کو بھرا پورا ججٹھسین پیش کیا ہے؛
 "علامہ و مشائخ اہلسنت میں سے تحریک پاکستان کی سب سے زیادہ خدمات
 پیرجماعت علی شاہ صاحب نے انجام دیں جنہوں نے ملک بھر کا دورہ کیا۔ ہندوؤں
 کی ہراساں کو بے نقاب کیا۔ قائد اعظم نے پاکستان کا مطالبہ پیش کیا تو اس کی
 حمایت میں بھرپور مہم چلائی اور تمام سٹی مساجد کے منبروں سے پاکستان کی ایسی بھرپور
 حمایت ہوئی کہ جمعیت علماء ہند کے مسلمانوں کی نمائندگی کے ڈوے بے بنیاد ہو کر رہ
 گئے اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے غبارے میں سے بھی ہوا نکل گئی۔ اس سلسلے میں
 پیرجماعت علی شاہ صاحب کی سرپرستی میں آل انڈیا سٹی کانفرنس بتارس
 نے جو اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی، یقینی بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس
 میں ملک بھر کے سٹی علماء و مشائخ اور انجمنوں کے نمائندگان موجود تھے، اور یہ قرارداد
 پاس کی گئی۔"

"آل انڈیا سٹی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور
 حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے

مہیاور ہے کہ قائد اعظم، حضرت امیر ملت قدس سرہ کے فیضِ معیت اور فیضِ نظر سے تہجد گزار بن چکے تھے۔ (فقور کا)

قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو تـسـرـان کریم اور حدیث نبویؐ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

اس کانفرنس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک بھر کے سنی علماء نے تقاریر اپنے رسائل اور اپنے مدارس کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ :

”جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔“ ۵۸

اس ہنگامہ خیز اجلاس میں امیر ملت نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی ”قرار داد لاہور“ (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شہود کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائد اعظمؒ کی حمایت و اعانت میں کمر بستہ ہو جائیں، کانگریس اور اس کے ایجنٹوں کی تمام سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں خاسر و نامراد بنا دیں۔

اس کے مدلل، دندان شکن اور مست خطاب کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء) اور مخدوم مسرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء) نے آپ کی بھرپور تائید کی اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زور دار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء) کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار کانگریسی ایجنٹوں کو منہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو امیر ملت زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔ ۵۹

اس موقع پر اجلاس نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لاکھ عمل مرتب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :

- ۱ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (دف ۱۹۴۸ء)
- ۲ صدر الشریعت حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (دف ۱۹۷۰ء)
- ۳ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صدیقی میرٹھی (دف ۱۹۵۴ء)
- ۴ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمن بھرچونڈی شریف (سندھ دف ۱۹۶۰ء)

- ۵ حضرت پیر محمد امین الحسنات، مانکی شریف (سرحد) (ف ۱۹۶۰ء)
 - ۶ حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہور (ف ۱۹۶۱ء)
 - ۷ محدث اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھو چھوئی (ف ۱۹۶۱ء)
 - ۸ فخر اہلسنت مولانا محمد عبدالحلیم بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)
 - ۹ حضرت پیر سید دیوان آل رسول علی خاں سجادہ نشین اجیر شریف (۱۹۷۳ء)
 - ۱۰ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خاں میسوری ثم مدنی (خلیفہ امیر ملت) (ف ۱۹۷۳ء)
 - ۱۱ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۷۸ء)
 - ۱۲ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۸۱ء)
 - ۱۳ شیخ الاسلام خواجہ محمد الدین سجادہ نشین سیال شریف (سرگودھا) (ف ۱۹۸۱ء) ۶۰
- ۱۳ تا ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار جامع مسجد میاں جان محمد حرم امرتسر میں امام الاممہ سراج الاممہ حضرت امام ابوحنیفہ المقلب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۷۷ واں سالانہ عرس مبارک منعقد ہوا تمام اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی۔ اس شاندار اور تاریخی کانفرنس میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۷۸ء) شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور شراری ثم وزیر آبادی (ف ۱۹۷۰ء) مولانا قطب الدین جھنگوی (ف ۱۹۵۹ء) خطیب پاکستان سید محمود شاہ گجراتی (ف ۱۹۸۷ء) اور سید ولایت حسین شاہ (سرحد) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں شاندار تقاریر کیں۔

آخری اجلاس میں حضرت امیر ملت نے صدارتی خطاب میں ارشاد کیا :
 "اس وقت مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے منظم ہونا چاہیے ،
 وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے جو مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اور اس نازک دور
 میں مسلمانان ہندوستان کی خاطر خواہ خدمت کر رہی ہے۔ قائد اعظم ہمارے رہا
 وکیل ہیں ہم ان کے حکم پر پاکستان جیسی مقدس سرزمین حاصل کرنے کے
 لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"
 آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ، "بخاخ کافر
 ہے یا مسلمان؟ آپ نے جواب دیا :
 "تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب

دریافت کرتے ہوئے

پھر ارشاد فرمایا :

”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نیکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کرے، میں یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“

اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل نے بڑھ کر حضرت کے قدم پکڑ لیے اور اعتراف کیا کہ : ”اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا : ”مولانا صاحب ! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اسے کامیابی ہوگی۔“

پھر فرمایا :

”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔“

آپ نے بڑھاپے، علالت اور نقاہت کے باوجود پُراگھنہ مسلسل خطاب فرمایا۔ آپ کے ارشادات کا حاضریں پر بڑا گہرا اثر ہوا اور لوگوں نے اس جلسہ سے واپس جا کر اپنے شب و روز تحریک پاکستان کے لیے وقف کر دیئے۔

اسی سال (۱۹۴۶ء) میں جب جمعیت علماء ہند اور مسلم لیگ کی تاریخی کش مکش جاری تھی تو قائدِ عظیم پریشان تھے۔ ایک رات قائدِ عظیم کو خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قائدِ عظیم کو کامیابی کا جھنڈا عطا فرمایا۔ ۶۲

قائدِ عظیم کی ظاہری تعلیم و تربیت اگرچہ مغربی تھی مگر ان کا دل و دماغ خالص اسلامی تھا۔ حضرت امیر ملت کی نظر گرم اور دعاؤں کی بدولت اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی نے ۱۹۵۱ء فرمایا کرتے تھے کہ یہ درست ہے کہ قائدِ عظیم راتوں کو اٹھ کر بحالتِ سجدہ رو کر امت مسلمہ اور قیام پاکستان کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور ان کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو چکا تھا۔ زیارت باریکت

میں دارلہی منظم ہونا، گزرجوائٹ ہونا، یا سوٹ بوٹ خارج نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہے، دل سے ہے۔ اگر صورت بھی مومن مسلمان کی ہو تو نور علی نور علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) نے بہت صحیح فرمایا ہے۔

دل میں ہولالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گونہ گونہ کیا نہ

۴۶ - ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائد اعظم کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، امیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان سراج الملکت پیر سید محمد حسین صاحب (ف ۱۹۶۱ء) الملکت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۵۱ء) اور شمس الملکت پیر سید نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۸ء) اور لادے پوتے جوہر ملکت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۸۰ء) نے بھی مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لیے شب و روز کام کیا۔ حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اعظم نے بمبئی میں حضرت کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ:

”یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔“

حضرت نے قائد اعظم کو مبارکباد کا تارویا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تارویا اور لکھا:

”یہ سب آپ کی محنت اور دعا کا نتیجہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔“

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو آپ نے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر قائد اعظم کو مبارکبادی کا خط لکھا:

علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ

۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء

قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عظیم حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں ہیں

کر ڈروں روپیہ صرف کر کے بھی رو سیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا..... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا... نہ بنا سکے۔

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو
 ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

الراحم :

سید جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

قائد اعظم نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر ملت کی خدمت میں عرضہ لکھ کر شکر یہ ادا کیا اور دعاؤں کے خواستگار ہوئے۔

۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار (ف ۱۹۸۸ء) کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اس مہم میں شامل ہونے کے لیے سرحد میں پہنچ گئے۔ حضرت امیر ملت، اپنی انتہائی پیرائہ سالی اور علاقتِ طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور ارادت مندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کے لیے بھیجا۔ سیکورٹ سے اپنے مرید خاص علامہ محمد یعقوب خاں (ف ۱۹۹۷ء) کی زیر قیادت ایک وفد آپ کے حکم پر تشکیل دیا گیا۔ وفد کے نائب امیر مولانا غلام فرید قریشی آف جی ٹی شیخاں (ف ۱۹۷۶ء) تھے۔ اس وفد نے خویلیاں، مالتھہ اور نواحی علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بھرپور تنگ و دو کی۔

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کو مبارکبادی کا خط لکھا جس کے جواب میں قائد اعظم نے ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

۱۰ اراو رنگ زیب روڈ

نیودہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیپٹی پیر صاحب

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

اپنے اذراہ لطف مجھے شفا کوٹوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

ایسر سے جناح

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں میں ہمیں حضرت امیر مملکت کی مساعی جمیلہ سے سوز سے بھی زیادہ روشن منظر مل گئی تو حضرت امیر مملکت نے قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے۔ قائد اعظم کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا ہے۔

”مملکت گیری آسان ہے، مملکت داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مملکت داری کی توفیق عطا فرمائیں“

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائد اعظم کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر مملکت کو بہت صدمہ ہوا۔ اپنے حضرت قائد اعظم کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور یارانِ طریقت کو بھی دعائے مغفرت کیلئے ارشاد کیا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خلیفہ مجاز الحاج قاری چوہدری محمد شہاب الدین صاحب (ف ۱۹۶۳ء) سلیم بازار جمیل آباد کن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائد اعظم کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھرپور سراجِ تحسین پیش کیا:

”ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرت آیت کی خبر سن کر جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔“

قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر مملکت قدس سرہ نے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ اپنے اپنے پیرائے رفیق کار صدیق الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف ۱۹۴۸ء) کو ”اسلامی دستور“ کا خاکہ مرتب کرنے کی دعوت دی تاکہ پاکستان کی

قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کروایا جائے۔ چنانچہ صدر الافاضل وہابی سے پاکستان تشریف لائے اور آپ کی ہدایات کے مطابق لاہور اور کراچی میں علماء کرام سے مختلف امور پر تبادلہ خیالات کیا اور خاص طور پر کراچی میں اسلامی دستور کے بارے میں علماء، سیاسی اکابرین اور زعماء سے گفت و شنید رہی اور مرکزی وزیروں سے علماء کے ساتھ ملاقاتوں کے سلسلے میں بھی تبادلہ خیالات ہوا۔
 صدر الافاضل اپنی علالت کی وجہ سے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران وہ خاکہ مرتب نہ کر سکے۔ علالت نے جب طول کھینچا تو آپ واپس ہندوستان چلے گئے۔ حضرت امیر ملت اور پاکستان سے ان کی محبت کا یہ عالم کہ علالت کے باوجود مراد آباد میں مختلف اسلامی محالک کے دسائیز اور قوانین کو جمع کیا اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پاکستان کے اسلامی دستور کے لیے ابھی وہ گیارہ دفعات ہی مرتب کر پائے تھے کہ مرض شدت اختیار کر گیا اور بالآخر ۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

صدر الافاضل نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد پر جو گیارہ دفعات مرتب کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں :

پاکستان

تعریف : آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے جو ہندوستان کے اندر شریعت مطہرہ کے مطابق فقہی اصول کے مطابق قائم کی جائے۔

- ① اس حکومت کا فرمانروا ایک سنی امیر ہوگا۔
- ② اس امیر کو مسلمانان اہلسنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔
- ③ وہ امیر دیندار اور مدبر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کرے گا۔
- ④ جماعت شوریٰ کی تجاویز امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔
- ⑤ جماعت شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔
- ⑥ امیر جماعت شوریٰ کے مشورے سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔
- ⑦ یہ وزیر جملہ امور داخلہ و خارجہ کے تنظیم و نگرانی کا کفیل ہوگا۔
- ⑧ وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیے جدا جدا وزیر نامزد کرے گا اور امیر سے منظوری حاصل کرے گا۔

۹) امیر کی منظوری کے بعد یہ وزیر اپنے اپنے محکمے کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب ضرورت عہدہ بدار اور محکمے مقرر کریں گے۔

۱۰) محصولات شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کئے جائیں گے۔

۱۱) غیر مسلم رعایا کو محاذ بنایا جائے گا اور حکومت انہیں امن پہنچائے گی اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی۔

قائد اعظم کی رحلت کے بعد ان کے جانشینوں نے مسلم لیگ کے وعدہ کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ سے اڑوگردانی کی اور ملک کو لادینیت کی طرف دھکیل دیا حضرت امیر ملت میدان میں آگے، آپ نے پیر صاحب مانگی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی جیسے شیدائیان اسلام کو سامنے لے کر "تحریک نفاذ شریعت" چلائی، چنانچہ حضرت اقدس اپنے ایک خلیفہ خاص حضرت قاری چوہدری محمد شہاب الدین آف حیدرآباد دکن (انڈیا) کو ۸ مئی ۱۹۴۸ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"پاکستان تو بن گیا مگر ارکان سلطنت اسلامی قانون جاری نہیں کرتے بلکہ اسلام کے مخالف قانون کو ترقی دے رہے ہیں چنانچہ شراب خانہ اور بازاری عورتوں کی گرم بازاری ہے، بے پردگی، رشوت، سود و خوری پینے کی نسبت کمی گنا ترقی کر گئی ہے۔ ہم تو پردہ کی حمایت میں ہی کہہ رہے تھے مگر انہوں نے بے پردگی سے بھی آگے بڑھ کر عورتوں کی فوج بنالی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کبھی نہیں دیکھی گئی۔"

اب میں، پیر صاحب مانگی شریف اور مولوی عبدالستار خاں نیازی تینوں شہر بہ شہر چلے کر نئے غلام لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں اور ان سے قسمیں اور عہدے لے رہے ہیں کہ اسلامی قانون کا اجراء چاہیں نہ کہ موجودہ شیطان قانون کا چنانچہ سب لوگ بالفاق رائے اقرار کرتے ہیں کہ ہم سب اسلامی قانون چاہتے ہیں۔ فقیر نے کہہ دیا ہے کہ جہاں سب پہلا موافق و مددگار یہ فقیر تھا وہاں بصورت دیگر پہلا مخالف بھی یہی ہوگا۔"

حضرت امیر ملت قدس سرہ کا یہ جہاد تادم واپسین جاری رہا اور بالآخر وہ اس درد کی کسک لیے ہوئے ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو ربحمر ۱۱ برس رحلت فرما کر جنت الفردوس میں جا بسے

مگر ان کی روح ابھی تک نظام اسلام کے نفاذ کی خبر سننے کے لیے بے قرار ہے۔

۱۳ اگست ۱۹۸۶ء کو حکومت پنجاب نے حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں عظیم النظیر خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے تحریک پاکستان ایوارڈ کا اعزاز دیا۔

ایوارڈ کی اپنی مسئلہ اہمیت و حیثیت سمجھی مگر اصل کام نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے، ملک کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ و اعزاز سب بے مقصد اور بے سود ہیں۔

حضرت امیر ملت کی رحلت کے بعد آپ کے سیاسی جانشین ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت

مولانا عبدالستار خان نیازی نے تن من دھن کی بازی لگا کر مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں قید و بند تو کجا وارور سن تک بھی پہنچنا پڑا مگر آفرین ان کی ہمت کے کہ ابھی تک اپنے مشن کی کامیابی کے لیے دیوانہ وار سرگرم عمل ہیں۔ ہمت بلذوار پیش خدا و سلیق او باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

نوٹ: حوالہ جات لگے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ (تصوری)



حوالہ جات

۱۔ "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض، کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳۔

۲۔ "انوار امیر ملت" از محمد صادق قصوری، بروج کلاں (قصور) ۱۹۷۹ء ص ۱۵۔

۳۔ "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸-۲۸۷۔

۴۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳۔

۵۔ "اوج" مجلہ گورنمنٹ کالج شاہہ لاہور، "قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" ۹۱-۱۹۹۰ء ص ۴۱۵۔

۶۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ جلد ۳۳ شماره ۵ بابت مئی ۱۹۳۸ء ص ۲۶۔

۷۔ ایضاً ص ۲۴۔ فیروز سنز اردو انسٹیٹیوٹ پیٹیا، لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۷۵۔

۸۔ ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴۔

۹۔ "قائد اعظم اور مرشد" از عزیز جاوید، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۷۔

۱۰۔ ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر بابت ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۴۔

۱۱۔ "تذکرہ شہ جہانت" از عبدالقادر فیاض بلگودوی مطبوعہ میسور (انڈیا) ۱۹۵۴ء ص ۷۷ تا ۷۸۔

۱۲۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۸۰ء، پروفیسر محمد عثمان کامفیون، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

"فدایان امیر ملت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ بروج کلاں (قصور) ۱۹۸۱ء ص ۲۴، ۲۵۔

"اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خاں، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۰۔

۱۳۔ "قرارداد پاکستان" تصنیف، لطیف احمد شروانی (ترجمہ: خواجہ رضی حمید) مطبوعہ قائد اعظم لکھنؤ کراچی طبع سوم اگست ۱۹۸۵ء۔

نوٹ: علی گڑھ سکیم کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں:

۱: "پاکستان منزل منزل" از سید شرف الدین پیرزادہ، کراچی ۱۹۶۵ء ص ۳۳۱ تا ۳۴۱۔

۲: "انڈیا یو پی اے" (انگریزی) از راجندر پرشاد، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۸۱ تا ۱۸۴۔

۳۔ "تحریک پاکستان منزل منزل" (۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک) شائع کردہ قومی ادارہ

برائے تحفظ و تناویزات حکومت پاکستان، وزارت ثقافت و سیاحت اسلام آباد مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۸۵ء

۴۔ ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر بابت ۷ فروری ۱۹۴۰ء ص ۵۔

۵۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت فروری ۱۹۴۰ء ص ۲۲ تا ۲۳۔

"تذکرہ شہ جماعت" از سید حمید حسین علی پوری، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۹۷ تا ۹۸

جامع اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۴۴۴۔

۱۴۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیال کوٹ ماہ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶

۱۵۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" سیال کوٹ بابت اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶۔

"تذکرہ شاہ جماعت" از سید حمید حسین علی پوری ص ۹۹۔

"خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" از محمد جلال الدین قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۰

۱۶۔ "قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ" ایک بیرونی قلم سے مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۴۴۔

"سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۴۹۔

روزنامہ "ربیع" حیدرآباد دکن یکم اگست ۱۹۴۷ء۔

"اسلام اور قائد اعظم" از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۴۷ تا ۱۴۸۔

"قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ" از محمد حنیف شاہد، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۔

۱۷۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حمید، کراچی ۱۹۸۵ء ص ۱۵۱، ۱۵۲۔

۱۸۔ "برگ گل" مجلہ اردو کالج کراچی، "قائد اعظم نمبر" ۱۹۷۶ء ص ۱۹۳۔

۱۹۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۰، ۴۸۱۔

۲۰۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۵۲، ۱۵۳۔

۲۱۔ "مشائخ ہوشیار پور" از میاں عطاء اللہ ساگر وارثی، لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۰۔

۲۲۔ "مکاتیب بہادر یار جنگ" جلد اول از نواب بہادر یار جنگ، کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۱۷۔

۲۳۔ ہفت روزہ "الغفقیہ" امرتسر بابت ۱۴ جولائی ص ۲ ک۔

۲۴۔ ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۲۵ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۱۔

۲۵۔ مجلہ "برگ گل" "قائد اعظم نمبر" ص ۱۹۴۔

۲۶۔ "مٹھی کی محبت" از پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی، لاہور ۱۹۸۸ء ص ۷ تا ۹۔

۲۷۔ "پانی و بجلی (رواں) کے ترقیاتی ادارے کا مجلہ "برقاب" "قائد اعظم نمبر" دسمبر ۱۹۷۶ء مضمون

"قائد اعظم عظیم شخصیت کے مختلف و متنوع پہلو" از سلیم چوہدری ص ۱۲۸۔

۲۸۔ "خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۴۲، ۴۴۔

"امام صحافت، ناسخ سیفی" از خلیق الرحمن سیفی، فیضان آباد ۱۹۸۸ء ص ۷۵ بحوالہ ہفت روزہ

سعادت لائلپور بابت یکم پرو ۸ جولائی ۱۹۲۵ء۔

۴۹ - ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۱۲، "برگ گل" قائد اعظم نمبر ۱۹۳۔

۵۰ - مکتوب گرامی صاحبزادہ اختر علی صدیقی بنام پروفیسر منظور الحق صدیقی از کراچی مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۰۹ء۔

ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور، اگست ۱۹۶۱ء ص ۳۵۔

۵۱ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۲۸ شماره ۳۸ بابت ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۵ تا ۵۱۔

۵۲ - "ستر با ادب سوالات دینیہ ایمانیہ" از مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) ۱۹۲۶ء ص ۲۷ تا ۲۸۔

۵۳ - ایضاً ص ۲۸۔

۵۴ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۱۱۔

۵۵ - "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۲ تا ۴۸۳۔

۵۶ - "پیر صاحب مانکی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد" از پروفیسر سید وقار علی شاہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۹۔

بجوہر نقشبندیہ مظاہر چرامیہ" از محمد یوسف نقشبندی فیصل آباد ۱۹۷۹ء ص ۳۳۳ تا ۳۳۴۔

۵۷ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء ص ۱۱۔

۵۸ - "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۹۹۔

۵۹ - "اجمل انوار الرضا" از مولانا حشمت علی خان لکھنوی، پیلی بھیت (انڈیا) دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۸۱۔

۶۰ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۸۔

۶۱ - "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۳۔

"قائد اعظم اور سرحد" از عزیز جاوید، پشاور ۱۹۷۸ء ص ۱۲۶۔

۶۲ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۱۰، کوالہ ہفت روزہ "دبیر سکذری" رامپور بابت ۸ رذیٰ قعد ۱۳۶۴ھ۔

۶۳ - "مشائخ ہوشیار پور" ص ۱۱، کوالہ ہفت روزہ "قاتن" لاہور، دسمبر ۱۹۲۵ء۔

۶۴ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۱۱۔

ہفت روزہ "دبیر سکذری" رامپور بابت ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۱۳۔

"اجمل انوار الرضا" ص ۸۱، "ستر با ادب سوالات" ص ۱۹۔

- ۴۵ - "شتر با ادب سوالات" ص ۸۸ -
- ۴۶ - "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ ۱۹۸۷ء ص ۱۳۵ تا ۱۶۶ -
- ۴۷ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۱۳ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۱۱ -
- ۴۸ - ہفت روزہ "استقلال" لاہور بابت ۹ تا ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۰ -
- ۴۹ - "قائد اعظم اور ان کا عہد" از سید رئیس احمد خفزی، لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۰۵ تا ۲۰۶ -
- ۵۰ - "پندرہ روزہ مسلم لیگ نیوز" لاہور یکم تا ۱۵ اگست ۱۹۹۲ء ص ۱۶۵ تا ۱۶۷، ۱۶۸ تا ۱۶۹ اگست ۱۹۹۲ء ص ۲۳ -
- ۵۱ - "کوارٹر روزنامہ انقلاب" لاہور بابت ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء -
- ۵۲ - "پندرہ روزہ مسلم لیگ نیوز" لاہور ۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۳۲ -
- ۵۳ - "اکابرین تحریک پاکستان" از محمد علی چراغ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۲۴۹ -
- ۵۴ - "سیرت امیر ملت" ص ۱۴۵ -
- ۵۵ - "کاروان شرق" از حکیم آفتاب احمد قرشی، لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۳۴ -
- ۵۶ - "قلمی یادداشت" جناب رشید نیاز مصنف تاریخ سیالکوٹ "محرمہ ۲ مئی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد صادق قصری -
- ۵۷ - "شتر با ادب سوالات وغیرہ ایمانیہ" ص ۱۱۲ - کوارٹر ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۱ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۸ تا ۹ -
- ۵۸ - "مجلہ" اوج "گورنمنٹ کالج شاہدہ لاہور، قمر آباد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۹۱ - ۱۹۹۰ء صفحہ ۲۵۵ - کوارٹر ہفت روزہ "دبیر سکذری" رامپور بابت ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء -
- ۵۹ - "ہفت روزہ" الفقیہ " امرتسر بابت ۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۱ -
- ۶۰ - "انسٹروپوٹیف محمد امیر شاہ قادری گیلانی یکہ آت پشاور مطبوعہ پندرہ روزہ "نور الہدیت" لاہور جلد ۴ شماره ۹ بابت یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۱۱ -
- ۶۱ - ماہنامہ "النوار الصوفیہ" قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۴ تا ۱۵، مضمون مولوی محمد سلیمان صدیقی آف ڈیرہ غازی خان، "قائد اعظم کا روحانی مقام" -
- ۶۲ - ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۶ -
- ۶۳ - "تاریخ پاکستان" (۱۷۰۷ - ۱۹۶۹ء) از شیخ محمد رفیع الیم لے (تاریخ)، سید مسعود حیدر بخاری الیم لے (تاریخ و فارسی) چوہدری سارا احمد الیم لے (تاریخ و بیانات) مطبوعہ لاہور ستمبر ۱۹۶۹ء -

تحریک پاکستان " از پروفیسر شیخ محمد نسیم مطبوعہ لاہور جولائی ۱۹۷۹ء ص ۴۱۱۔

۵۹۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۷۵۔ ماہنامہ الزوار الصوفیہ "قصر اکبر" ۱۹۷۱ء ص ۱۵۔

"امیر ملت اور آل انڈیا سٹی کانفرنس" لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۱۔

۶۰۔ "خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

"حیات صد الافاضل" از مولانا غلام معین الدین نعیمی، لاہور طبع دوم ص ۱۸۹ تا ۱۹۰۔

۶۱۔ ہفت روزہ "العقیدہ" امرتسر بابت ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۱۱، "سیرت امیر ملت" ص ۴۷۹۔

۶۲۔ "سیرت النبی بعد از وصال النبی" از محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ، لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۳۳۔

سکوال ہفت روزہ "الجمیعتہ" دہلی، فروری ۱۹۵۸ء ص ۷۱۔

۶۳۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۷۔

۶۴۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۸، "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۶۳۔

نوٹ: تفصیلی خط و کتابت کے لیے مصنف کی دوسری کتاب "مکاتیب امیر ملت" ملاحظہ فرمائیں۔

۶۵۔ "تحریک پاکستان میں سیال کورٹ کا کردار" ص ۲۰۵۔

۶۶۔ "سیرت امیر ملت" ص ۴۸۹ تا ۴۹۰۔ "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" ص ۱۶۶۔

۶۷۔ "فیضان امیر ملت" از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی، حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۸۸، ۸۹۔

۶۸۔ "صد الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی" از پروفیسر اشتیاق طالب رفا اکیڈمی لاہور ص ۲۵ تا ۲۷۔

۶۹۔ "فیضان امیر ملت" ص ۸۴، ۸۵۔

۷۰۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۶ اگست ۱۹۸۷ء۔

اقبال اور امیر ملت

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت اگرچہ ورثہ میں ملی تھی مگر اس کو جلاسنوسی ہند امیر ملت پیر سید جاعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی صحیحیت مقدسہ سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی حضرت علامہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھریاں لگ جاتی تھیں۔ حضرت امیر ملت کی صحبت فیض اثر کی وجہ سے ان کا ایک ایک لمحہ سرور و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دہریوں میں محبت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کرنے میں گزارا۔ چنانچہ جب لاہور میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے لیے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی مساعی جمیلہ کا آغاز کیا تو حضرت علامہ نے بھر پور ساتھ دیا۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء بروز منگل اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر صدارت شاندار طریقے سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید منائی گئی۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت کی طرف سے لاہور شہر میں اعلان کیا گیا تھا کہ تمام وکاندار اور اہل حرفہ اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید میلاد منائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ناز ظہر سے بعد نماز عشاء تک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں نامور علمائے دین اور مشاہیر وطن نے خطاب کیا اور شعرا نے شیریں بیان نے نہایت موثر نظموں پڑھیں اور وجد اور مغتول سے سامعین کے قلب و جگر کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال کیا۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات لوگ ماہی بے آب ہو کر تڑپتے اور چیخیں مارتے تھے۔ اس جلسہ سے علامہ اقبال نے سر شیخ عبدالقادر مدیر مخزن، مولانا ظفر علی خاں، مولانا مہدی محمد عبداللہ لوہکی اور مولانا عبدالحکیم کلازوی نے خطاب کیا۔

حضرت علامہ اقبال نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا کہ جلسے صرف تماشائیں

بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی اور کھپلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لیے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جب تک ساری قوم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان ہستیوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمڑوں میں پیدا نہ کرے، تب تک ان کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

علامہ اقبالؒ کو بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور اہل اللہ سے بھی خصوصی عقیدت و محبت تھی، ان کا خیال تھا کہ تمام ایسے اوصاف و محاسن جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا نامہ ہیں و محض انہی بزرگوں کی تعلیم تربیت اور فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ ”بانگِ درا“ میں اپنی اس عقیدت و محبت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

چھپا یا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
جلا سکتی ہے شمعِ کثیفہ کو مرقِ نعشِ انکی
تھا اور دہل کی ہو تو کر خدمتِ پیروں کی
نہ لپوچھ ان ترقی پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ترستی ہے نگاہِ نار سا جس کے نظامت کو
کسی ایسے شر سے سے پھونکا اپنے خرمیوں کو
وہ ناز آفریں سے جلوہ پیرا نازینوں میں
الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل ان کے سینوں میں
نہیں ملتا یہ گوہر بار شاہوں کے تریوں میں
یہ بیٹھا لیجئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
وہ دانقِ انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
کہ غرضید قیامت بھی ہوتی ہے خوشہ چیں میں

حضرت علامہؒ، اولیاء اللہ کی کرامتوں کے بھی قائل تھے اور پیر یا مرشد کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اس کے بغیر انسان کو فی صحیح راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ کہتے تھے کہ:

سردھانی فائدہ تو ان بزرگوں سے صرف ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اہل دل
ہیں، جن کے دل میں درد ہے، جن کے قلب میں گرمی اور جن کی روح میں تڑپ ہے۔
لیکن کم سے کم اخلاقی فائدہ تو ہر بید حاصل کر سکتا ہے۔ پیر کی صحبت سے دل بڑھیکہ
دکانداری نہ کرتا ہو، ہر بید اپنا اخلاق سنوار سکتا ہے۔ اور جس کا اخلاق درست ہے،
جس کے افعال کھینک ہیں اور جس کے اعمال، اعمالِ حسنہ کہے جاتے ہیں، اُس سے
بڑھ کر اور کون بہتر بن انسان ہو سکتا ہے۔

اگرچہ اقبالؒ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے مگر انہیں ہر سلسلہ کے بزرگوں سے غایت درجہ
عقیدت تھی۔ حضرت امیر ملتِ قدس سرہ کی صحبتِ فیضِ اثر کی بنا پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں
سے تو انہیں خصوصی ارادت تھی۔ حضرت خواجہ خواجگان سید محمد بہار الدین نقشبندیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ سے اُن کی محبت اور عقیدت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۱ء کے ایک خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

”خواجہ نقشبند اور مجددِ مسرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے۔“

حضرت علامہ نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کی پیدائش کے موقع پر شہر کیا تھا کہ جب جاوید

ذرا بڑا ہوگا تو اُسے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے مزار پر الوار پر حاضر کیے جائیں گے۔ چنانچہ ۲۹ جون ۱۹۳۳ء کو مسرہند شریف، جاوید اقبال کو لے کر گئے اور ۳ جون کو واپس تشریف لے آئے۔ ۳ جولائی کے ایک خط میں لکھتے ہیں :

مزار نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ بڑا پاکیزہ مقام ہے۔ پانی اس کا

سرد و شیریں ہے۔ مسرہند کے کھنڈروں کو مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آ گیا جس کی بنا

حضرت عمرو بن عاصؓ نے رکھی تھی۔ اگر کھدائی ہو تو معلوم نہیں اُس زمانے کی تہذیب

ممدن کے متعلق کیا کیا انکشاف ہوں۔ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے تک بحال تھا اور

موجودہ لاہور سے وسعت اور بادی میں دگنا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی بار مسرہند شریف حاضر ہوئے اور فیوض باطنی سے مالا مال

ہو کر واپس آئے اور ہر دفعہ اپنے تاثرات سے احباب کو مطلع کیا۔ پھر بال جبریل کی ایک نظم میں اپنے

قلبی تاثرات اور حضرت مجددِ قدس سرہ کے کارناموں کا ایجاز و اختصار کے ساتھ ذکر کیا، اس نظم کا عنوان

ہے ”پنجاب کے پیر زادوں سے“ گویا یہ نظم خانقاہ نشینوں کے لیے درسِ طریقت ہے۔ علامہ فرماتے

ہیں : وہ حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی کدیر

اس خاک کے ذروں سے ہیں شہزادہ ستارے

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہاں

کی عرض یہ ہیں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو

آئی یہ ہدا کہ سلسلہ رفت سیرا بند

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خط کہ جس میں

پیدا کلامِ رفت سے ہو طرہ دستار

باقی کلامِ رفت سے تھا ولولہ حق

طرزوں نے چڑھایا نشہ خدمتِ سرکار

حضرت علامہ کے معاصرین میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ذات متاثرہ صفات کی لحاظ سے ممتاز اور بے مثال تھی۔ حضرت امیر ملت بیک وقت میدانِ شریعت و طریقت، ادب و سیاست اور حقیقت و معرفت کے شہسوار تھے۔ اور قومی و ملی کارنامے سرانجام دینے میں مدیم النظر تھے۔ غرض آپ کی نابغہ روزگار شخصیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی صحیح معنوں میں جانشین اور مبلغ تھی۔ آپ کے فکر کی اصل حجازی تھی اور آپ کا آستانہ شہنشاہوں کے دربار سے ارفع و اعلیٰ تھا۔

دربارِ شہنہنشی سے خوشتر مروان حسد کا آستانہ!
 ہمت ہو اگر تو ڈھونڈو وہ فخر جس فقر کی اصل ہے حجازی
 اس فقر سے آدمی میں پیدا! اللہ کی شان بے نیازی
 چونکہ اقبال خود ایسے فقر کی تلاش میں تھے جس کی اصل "حجازی" ہو، وہ "عجمیت" کے نہیں
 "حجازیت" کے عاشق تھے۔ اور جہاں جہاں ان کو "حجازیت" کے آثار نظر آتے تھے وہ بسر و چشم اور لب و شوق
 اس طرف جاتے تھے۔ ان کے نزدیک "عجمیت" "سکوئی" (SUKHAI) ہے اور "حجازیت" "حرکی" (DYVANI) ہے۔
 چنانچہ "حجازیت" کا یہ عاشق کبھی خواجہ نقشبندؒ سے استفادہ کرتا ہے، کبھی حضرت مجددؒ کے مزار مقدس
 پر بوسہ زن ہوتا ہے اور کبھی اپنے اس پاکیزہ ذوق کی آبیاری کے لیے خواجہ نقشبندؒ اور مجددؒ کے نائب
 حضرت امیر ملت کے قدموں میں بیٹھتا ہے۔

حضرت علامہ اقبال کی چشمِ بینا، حضرت امیر ملت کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھی یہی
 وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت امیر ملت سے مستفید و مستغنیض ہونے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذار نہیں کیا۔
 ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں علامہ ذرا دیر سے پہنچے۔
 کرسیاں بھر چکی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر ملت کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے
 حضرت علامہ اگر حضرت امیر ملت کے قدموں میں بیٹھ گئے، اور کہنے لگے :
 "اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا بھی موجبِ فخر ہے۔"

حضرت امیر ملت نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا :

"اور اقبال جس کے قدموں میں آجائے اُس کے فخر کا کیا ٹھکانا!"

چونکہ حضرت علامہ، مردم شناس اور ذہین شاعر تھے چنانچہ اسی آن یہ شعر موزوں پڑھا۔

سر رکھ کے ترے پاؤں پر کہتا ہے اقبال

گھو کر سے تری پیدا ہوں اقبال ہزاروں

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبال ایک صوفی خاندان سے تعلق رکھنے اور اولیائے کرام اور صوفیائے نظام سے ولی عقیدت و ارادت رکھنے کے باوجود ایسے صوفیوں اور پیروں سے سخت متفق تھے جو روحانیت میں ترقی کرنے کے بجائے اپنا پیشہ گرداوری بلکہ گداگری بنا لیتے ہیں اور اپنے مریدوں پر سالانہ ٹیکس لگا کر ان کا خون چوستے ہیں۔ وہ دوسروں کو تو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ دنیا مزار ہے، کافروں کے لیے ہے، مومنوں کو عیش و راحت بہشت میں ملے گی لیکن خود دنیا طلبی میں مبتلا ہو کر محل کھڑے کرتے ہیں، عالی شان عمارتیں بنواتے ہیں اور جا بیڑا دیں خریدتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ کے کلام میں جان بجا اس قسم کے اشارے پائے جاتے ہیں : ط

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دریا بھی
گھر پیر کا بجلی کے پرائوں سے روشن
اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے ٹنناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ
اور اس کی وجہ یہ تھی :

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
مٹا کی شریعت میں فقط مستی گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رک پے میں فقط مستی کردار
”شراب الستی بے عملی کا بہانہ بنی اور مسلمان یہ کہہ کر قسمت کا لکھا ہی ایسا تھا، زندگی کی کشمکش سے بھاگ کھڑا ہوا اور جمود و جمونے اس کے قوائے عمل پر اپنا تسلط جمالیا : ط

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شراب الستی
فقہیہ شہر بھی رہبانیت پر ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بد
گر ز کشمکش زندگی سے مردوں کا
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

نتیجہ یہ ہوا کہ جس قرآن پاک کی تعلیم نے مسلمانوں کو مرد پرورین کا امیر بنا چھوڑا تھا، اب اسی قرآن مجید سے ترک جہاں کی تعلیم اخذ کی جا رہی ہے : ط

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مرد پرورین کا امیر
تن بہت سیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
مٹی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوش بندرتیج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر
غرض اقبال کی نظر میں مسلمان خود اپنے کو اور اپنے خدا کو فریب دے رہا ہے : ط
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

خیر یہ باتیں تو محض افسانوی حیثیت رکھتی ہیں، مقصد بیان یہ ہے کہ حضرت علامہؒ نے اپنے دوست منشی محمد الدین فوق مدبر اخبار کشمیری لاہور سے کئی دفعہ کہا کہ اس قسم کا کوئی رسالہ جاری کریں جس سے فرقہ موافقہ کی کوئی اصلاح ہو سکے۔ اُن کی غلط تعلیم نے مسلمانوں کو مردہ دل بنا دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے سامنے ایسا اسلام پیش کرتے ہیں، جس پر صد ہا غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ جب یہ لوگ خود ہی اسلام کی طرح سے واقف نہیں تو اپنے زبردوں کو کیا خاک تعلیم دیتے ہوں گے۔ اُن کو راہِ راست پر لانے اور اُن میں عشقِ الہی کی گرمی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

فوق صاحب نے اپنی مجبوریوں کا ظاہر کیا کہ مجھے ہفتہ وار اخبار کشمیری سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ پھر یہ طبقہ ایسا ہوشیار ہے کہ وہ رسالے کے مضامین دیکھ کر ہوا کا رخ پہچان لے گا اور اسے ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اقبال نے فرمایا کہ اس کا علاج نہایت سہل ہے۔ شوگر کو ٹیڈ گولیاں مضامین لکھیے۔ گڑ میں زہر ملا کر دیکھئے اور اپنے آپ کو بالکل اُن کا ہمدرد اور عقیدتمند ظاہر کر کے اس کام کو ہاتھ لگائیے۔ پھر آپ کی بات سنیں گے اور آپ کے مشورے بھی قبول کریں گے۔ اس طرح کچھ خدمت بھی ہو جائے گی اور اصلاح کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ فوق صاحب قائل ہو ہی گئے اور اگست ۱۹۱۴ء میں انہوں نے رسالہ "طریقت" جاری کر دیا۔ ۱۰

حضرت امیر ملت قدس سرہ تراویح سے بہت پہلے اصلاحِ صوفیہ کی خاطر ۱۹۰۴ء میں لاہور سے ماہنامہ "الوار الصوفیہ" کا اجراء فرمایا جس کے مقاصد میں "تصحیح تصوف کی ترویج" اور "اصلاحِ صوفیہ" کا کام سر فہرست تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ اپنی تمام تر مٹائی بریے کار لارہے تھے۔ اور اُن کی زبردست خواہش تھی کہ اور لوگ بھی اس میدان میں آئیں اور صوفیہ خام اور تصوفِ ناتمام کا قلع قمع کریں۔ ۱۱

رسالہ "طریقت" کی عالمی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی، اس لئے ملک کے گوشے گوشے میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ حضرت امیر ملت نے سب سے پہلے اور سب سے پہلے حضرت اقبال کے اس محبوب مرعوب پیچھے کاغذ مقدم کیا۔ خود خریدار بنے، فوق صاحب کو اپنی جیب خاص سے بارہا اگر نقد مالی امداد دی اور پنجاب، حیدرآباد دکن، کشمیر اور میسور سے بالخصوص اور تمام برصغیر سے بالعموم آپ کے یارانِ طریقت نے معقول امداد دی جس سے رسالہ کو مالی پریشانیوں کا کوئی خوف و خطر نہ رہا۔ حضرت امیر ملت کی پیروی کرتے ہوئے آلوہار شریف ضلع سیالکوٹ، آوان شریف ضلع گجرات، چشتیاں راجا و پور، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان اور کوپٹہ

کے اہل دل حضرات نے بھی کافی خریداریاں کئے۔
 نؤمن مقرر سے ہی عرصہ میں اس رسالے کی اشاعت دو ہزار تک پہنچ گئی۔ عام لوگوں نے بھی
 اس کو پسند کیا اور ہندو بھی خاصی تعداد میں اس کے خریداریاں بنے۔ اقبال اپنے لگائے ہوئے پورے کو پھیلنا چھوڑتا
 دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فوق صاحب کا دوبارہ میں مصروف رہنے کے باعث کچھ عرصہ حضرت علامہ کی
 ملاقات کو نہ جاسکے۔ اس پر علامہ نے انہیں خط لکھا :

ویر فوق !

..... آپ کبھی ملتے ہی نہیں۔ اب تو آپ پیر طریقت بھی بن گئے۔ خدا کرے جلد غلط
 جماعت علی شاہ صاحب کی طرف آپ کے ورود کشمیر کے متعلق اطلاعیں شائع ہوا کریں۔
 والسلام۔

آپ کا خادم

محمد اقبال

۲۳ جولائی ۱۹۱۵ء

حضرت علامہ کے اس خط سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

- ۱) حضرت علامہ کے دل میں حضرت امیر ملت کا بے حد احترام تھا۔
- ۲) حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کی سرگرمیوں کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔
- ۳) حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کے دوروں میں دلچسپی رکھتے تھے اور باخبر رہتے تھے۔
- ۴) حضرت علامہ، حضرت امیر ملت کے کارناموں سے اتنے متاثر تھے کہ دوسرے لوگوں کو
 ان کی مثالیں دیا کرتے تھے۔
- ۵) حضرت علامہ کا حضرت امیر ملت سے متاثر ہونا حضرت امیر ملت کی عظمت، بزرگی اور بلند مقام
 پر فائز ہونے کی روشن دلیل ہے۔

۱۹۲۹ء میں غازی علم الدین شہید کیس میں حضرت علامہ اور حضرت امیر ملت نے ایک ساتھ بلکہ
 یک جان ہو کر بھرپور کردار ادا کیا۔ دونوں بزرگوں نے واسے، درے قد سے قلمے سنجے "علم الدین و فیض کیسی کی
 سرپرستی کی۔ اور غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ کے موقعہ پر دونوں زار و قطار رہے تھے، رخصتے بھی کیوں ناں
 کہ دونوں ہی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایک اور عاشق رسول علیہ التحیہ و الثناء کا جنازہ ان کے
 سامنے تھا۔ دونوں کا درونگ لاجچکا تھا۔ حضرت علامہ نے اسی دوران غازی علم الدین کی شہادت کے بارے
 میں اشکوں سے منہ دھوئے ہوئے فرمایا :

” ہم باتیں ہی بناتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ترکھان لڑکا بازی لے گیا۔“

”اس میں گالیاں کر کے رہتے ترکھانوں داغ لڑا بازی لے گیا۔“
حضرت امیر ملت نے زندگی ہوئی آواز میں ارشاد کیا :

دولت کا اتنا کیا ہے نہ میر سے دانا میں کبھی حکومت کی خواہش
پیدا ہوئی میں کسی دنیاوی حاکم سے آج تک مرغوب نہیں ہوا حمد و نعمت کی دانستگی
میں میری تارِ نفس بجتی رہتی ہے۔ میں نے کسی سے آگے بڑھ جانے کے متعلق کبھی
نہیں سوچا جس کی آگ سے خدائے قدوس نے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ مگر
غازی علم الدین شہید کا حال دیکھ کر میرے دل میں اس آرزو نے انگریزی کی کاشش!
یہ موت مجھے نصیب ہوتی۔“

غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ کے وقت حضرت علامہ اقبال اور حضرت امیر ملت کا حال یہی
تھا۔ حضرت علامہ نے پنجابی زبان کے نامور شاعر استاد عشق لہر سے جنازہ کے حسبِ حال رُباعی سنانے کی قرآنش
کی جو درج ذیل ہے :

میاں آج دوزگیاں دیکھیاں نہیں نالے غم سائوں نالے عید بھی لے
علم الدین دی ایس بہادری دی سائوں دید بھی لے تے شنید بھی لے
جنت و جح رضواناں نے پہچھنا نہیں کول خطا دہرے تے رسید بھی لے
عشق لہر محمد دا وہ عاشق غازی مرد بھی لے تے شہید بھی لے

یہ رُباعی سن کر حضرت علامہ نے دو فرجبات میں استاد عشق لہر کی پیشانی چوم لی اور فی البدیہہ ارشاد فرمایا :

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غیر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیہ سے مانگ
آہ! اے مرد مسلمان! تجھے کیا یاد ہیں
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر!
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر
حرفِ لاتِ دَعْوِ مَعَ اللّٰهِ اَلْهٰ اٰخِر!

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ارشاد کیا :
”میں نے بیت الحرام میں نمازیں ادا کیں، سجدہ نموی میں سجدہ بیڑیوں
کا لطف بھی اٹھایا، مگر جو کیفیت علم الدین شہید کے جنازہ سے میں شامل ہو کر ہوئی
وہ مجھے کسی اور جگہ نہیں ملی، کیا بے ہے کہ خراجِ کل جہاں آفائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے غلام کے جنازے میں خود تشریف لائے ہوں۔ اور اغلباً میری اس کیفیت کا سبب بھی یہی تھا۔

جہاں سُرور تیسرے تھے جامِ وفا کے بغیر
وہ میکرے بھی ہماری نظر سے گزرتے ہیں

حضرت امیر ملت نے غازی علم الدین شہید کے مقبرہ کی تعمیر کے لئے ایک خطیر رقم بصورت نقدی پیش کی۔ حضرت علامہ نے مزار کا ڈیزائن بنانے میں مفید مشورے دیئے اور یوں شہید محبت کا مزار تعمیر ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک کے سلسلہ میں سکھوں نے تنگی تلواروں کا جلوس نکالا اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اس پر حضرت علامہ اقبال نے حضرت امیر ملت کی خدمت میں عرض کیا کہ :

”شاہ صاحب ! آپ گورنر سے کہہ کر مسلمانوں کو بھی تلواریں دلا دیں۔“

چنانچہ آپ نے گورنر سے ملاقات کی اور مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۵

حضرت علامہ اقبال نسبت بیعت کے قائل تھے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :
”یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں۔“ ۱۶

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علامہ سلسلہ قادریہ میں کہاں بیعت تھے۔ بعض حضرات نے علامہ کی بیعت حضرت قاضی سلطان محمود آف اعوان شریف اگرات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ کئی حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علامہ نسبت بیعت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہ اپنے والد گرامی حضرت شیخ نور محمد سے بیعت تھے۔ اس بات کا انکشاف حضرت امیر ملت نے مئی ۱۹۳۵ء میں کیا تھا۔ اپنے اس راز کی عقدہ کشائی فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

”اقبال نے رازداری کے طور پر مجھے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے

بیعت ہوں۔ اقبال کے والد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے،

وہ انہی سے بیعت تھے ان کا سلسلہ قادریہ تھا۔“ ۱۷

ہم اپنے دعوے کی تائید میں حضرت علامہ کا وہ قطعہ تاریخ درج کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے والد ماجد کی رحلت پر لکھا اور ان کے والد ماجد کے سنگ مزار (قبرستان امام صاحب سیالکوٹ) پر کندہ ہے۔ اس قطعہ میں حضرت علامہ نے اپنے والد ماجد کو اپنا ”مرشد“ ظاہر کیا ہے :

پدر و مرشد اقبال ازین عالم رفت ما ہمراہ روان منزل ماملک ابد

ہاتف از حضرت حق خواست و تاریخ جہلی آمد آواز "انترجمت" و اغوش لحد" ۱۵
 حضرت امیر ملت کے نبیرہ عظیم حضرت سید اختر حسین علی پوری ^{۱۳۴۹ھ} راوی ہیں کہ حضرت علامہ
 کی غلات کے دوران جب حضرت امیر ملت بیمار داری کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علامہ بہت
 خوش ہوئے اور اپنی بیعت کے بارے میں آپ کو گواہ بنایا۔ حضرت امیر ملت کے الفاظ چو ایوں ہیں :
 "میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو ڈاکٹر صاحب
 بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "حضرت! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 کا مرید ہوں۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ میرے والد صاحب فلاں
 بزرگ کے خلیفہ تھے۔"

حضرت سید اختر حسین فرماتے ہیں کہ حضرت امیر ملت نے ان بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر
 مجھے یاد نہیں رہا۔ ۱۹

فروری ۱۹۳۶ء میں حج کو جاتے ہوئے حضرت امیر ملت نے ایڈیٹر روزنامہ "پیشہ خوار"
 لاہور کو اپنے ایک خط محررہ از بمبئی میں "تحریک سچے شہیدان" کے ضمن میں لکھا کہ "جاسل اتحاد مسات مندرجہ
 ذیل حضرات کو اپنے قیمتی مشورے میں شریک و شامل کر کے سہولت کار کی خاطر صحیح راہ پیدا کرے۔
 ڈاکٹر اقبال، ڈاکٹر سید ظفر الحسن صد شعبہ فلسفہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ڈاکٹر محمد عالم خان بہادر
 شیخ عبدالعزیز، شیخ صادق حسن امرتسری، میر مقبول محمود امرتسری، ڈاکٹر میر بدلت اللہ امرتسری۔
 ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت میں حضرت امیر ملت نے حضرت علامہ سے فرمایا :-
 "آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔"

اور پھر یہ شعر پڑھا :-
 کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
 نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت علامہ یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے :
 "تو میری نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے۔"
 ایک اور صحبت میں حضرت امیر ملت نے حضرت علامہ سے فرمایا کہ :
 "ڈاکٹر صاحب! آپ کا یہ شعر بھی مجھے یاد ہے :
 میں نے سونگیشن جنت کو کیا اُس پہ نثار
 دستِ شرب میں اگر زیورِ تم خار آیا

اس پر علامہ نے اپنے ہاتھ حضرت امیر ملت کے پاؤں مبارک کی طرف بڑھائے مگر حضرت نے جلدی سے علامہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے پاؤں چھونے سے منع فرما دیا۔ تب حضرت علامہ نے حضرت امیر ملت کا دست مبارک اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔

حضرت امیر ملت کو علامہ کا یہ شعر بھی پسند خاطر خاطر تھا :
رُخِ مُصْطَفَا ہے وہ آئینہ کہ ایسا دوسرا آئینہ
نہ نگاہ آئینہ ساز میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حضرت علامہ کے دل میں حضرت امیر ملت کی جو قدر و منزلت تھی اُس کا اظہار انہوں نے "غربِ کلیم" میں "مرد بزرگ" کے عنوان سے ایک قطعہ میں کیا ہے :

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق!
انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اُس کو
مثلی خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میرے
بات میں سادہ و آراوہ معانی میں دقیق!

اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق!

حضرت علامہ کی آخری زندگی فقیرانہ بسر ہوئی۔ تمام شب بیدار رہتے تھے۔ بعد نماز تہجد مناجات میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ تازہ اشعار جو اس عالمِ کیف میں موزوں ہو کر زبان سے نکلتے تھے ان کو طلوعِ آفتاب کے بعد قلمبند کر لیتے تھے۔ یہ فیض انہیں حضرت امیر ملت کے واسطے سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ملا تھا۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت علامہ اقبال کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ کو سخت صدمہ ہوا۔ ۱۰-۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو آپ کی زیر سرپرستی وزیر صدارت انجمن خدام الصوفیہ ہند کا ۳۵ واں سالانہ اجلاس علی پور سیدان ضلع سیال کوٹ میں منعقد ہوا تو نزاریا فرزندانِ توحید کے سلسلے منہ خواجہ محمد کریم الہی ایدوویا سیالکوٹی جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ ہند نے حضرت امیر ملت کے ارشاد پر حضرت علامہ کی رحلت کے بارے میں نہایت ہی درد انگیز اور موثر تقریر کی۔ تمام حاضرین درودِ علم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ بعد میں نہایت ہی خشوع و خضوع سے دعائے مغفرت کی گئی۔ دوسرے دن ۱۱ مئی کو اجلاس کی آخری نشست میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے خود تمام حاضرین کو حضرت علامہ کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا خصوصی حکم دیا اور تمام حاضرین نے دلی درود کے ساتھ دعائے مغفرت کی۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کو حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بے پناہ محبت تھی اور آپ

اُن پر بلعد شفقت فرماتے تھے، بدیں وجہ اپنی آخری عکالت میں حضرت علامہ کا یہ شعر بار بار پڑھتے اور جب کوئی آپ کا حال دریافت کرتا تو یہی شعر سنا دیتے :

نری بندہ پوری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ نگلے ہے دوستوں کا شکایت زمانہ

حواشی

- ① "سبیل الرشاد" از سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء ص ۲۵، ۲۴۔
- ② روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۱ اگست ۱۹۹۲ء ص ۳۔
- ③ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۶، ۲۵۔ ۲۸۵، ۲۸۴۔
- ④ "سہ ماہی" اقبال ریویو "کراچی بابت جنوری ۱۹۶۱ء ص ۱۷، ۱۶۔
- ⑤ "ذکر اقبال" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۲۵۵۔
- ⑥ "اقبال نامہ حصہ اول از شیخ عطار اللہ ص ۷۹۔
- ⑦ "ذکر اقبال" ص ۱۹۱۔
- ⑧ "حضرت مجتہد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۰ء ص ۳۹، ۳۴۔
- ⑨ "معاصرین، اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۴۰۰۔
- ⑩ "بال جبریل" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء ص ۲۱۲، ۲۱۱۔
- ⑪ "عزب کلیم" از علامہ اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۸۸۔
- ⑫ "سیرت اقبال" از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۰۸۔
- ⑬ "صوفیہ نقشبندہ از حکیم سید امین الدین احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۵۳۔
- ⑭ "سیرت امیر مات" از سید اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ علی پور سیدان ۱۹۷۵ء۔
- ⑮ "کرامات امیر مات" از بخش مصطفیٰ علی خان میسوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء ص ۱۹۔
- ⑯ "انوار شاہ جمالت" ذیلی جلد سوم از مرزا ذوالفقار علی بیگ جمالتی، حیدرآباد دکن ص ۴۹۴۔
- ⑰ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۷۷ تا ۲۸۰۔ "معاصرین، اقبال کی نظر میں" ص ۳۳۸ تا ۳۴۱۔

۱۱ "سیرت امیر ملت" ص ۳۵۹ تا ۳۶۱ -

۱۲ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۸۸، ۲۸۷ -

۱۳ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۸۸ — "وانائے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور

"الوزار اقبال" از بشیر احمد ڈار مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۶۰، ۵۹ -

۱۴ "غازی علم الدین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۸۶، ۹۳، ۱۳۵ -

۱۵ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد چہارم ص ۶۷۳ -

۱۶ "ذکر اقبال" ص ۲۳۸ — "وانائے راز" ص ۲۵ -

۱۷ "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" ص ۳۱ — "اقبال نامہ" جلد اول ص ۷۷، ۷۸ -

۱۸ "ذکر اقبال" ص ۲۳۸ — "سیرت اقبال" ص ۱۰۳ -

۱۹ "حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۲۳۲ — "وانائے راز" ص ۲۸ -

۲۰ "سیرت امیر ملت" ص ۱۱ -

۲۱ ماہنامہ "الوزار الصوفیہ" قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۶۱، "سکوالہ روزنامہ" پیسہ اخبار لاہور بابت

۲۰ فروری ۱۹۳۶ء -

۲۱ "سیرت امیر ملت" ص ۲۱۰ — "سیرت اقبال" ص ۱۰۸ -

۲۲ "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۳، ۳۵۴ — "کرامات امیر ملت" ص ۱۹ -

۲۳ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم ص ۲۹۲ -

۲۴ "ضرب کلیم" ص ۱۲۹ — "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۳، ۳۵۴ -

۲۵ "کرامات امیر ملت" ص ۱۹، ۲۰ -

۲۶ "الوزار شاہ جماعت" (قلمی) جلد سوم ص ۲۹۲ -

۲۷ ہفت روزہ "الفقیہیہ" امرتسر ۲۱ اپریل، ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۶۱ -

۲۸ ماہنامہ "الوزار الصوفیہ" سیالکوٹ بابت مئی ۱۹۳۸ء ص ۳۳، ۳۴ -

۲۹ "صوفیہ نقشبند" ص ۳۵۳ — "کرامات امیر ملت" ص ۱۹ -

قائد اعظم اور امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علماء و مشائخ کے قدسی گروہ نے ہر دور میں حق و صداقت کا ساتھ دیکر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس حق گوئی و سبیلہ باکی کی پاداش میں کبھی وار و رسن کو چومنا پڑا اور کبھی قید و بند کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑا، کبھی غیروں نے سدرہ بن کر ان کو ناکام بنانے کی سعی نامشکور کی اور کبھی اپنوں ہی نے حسد کی آگ میں جلا کر انہیں ذلیل و خوار کرنے کی قسم کھائی مگر قائد حق اپنی منزل کی جانب شاداں و فرحاں چادہ پیمار ہا اور مخالفین اُس کی گرد راہ کو بھی نہ پاسکے۔

سنو سی ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں گزار دی۔ انگریز حکومت اور کانگریس کی عیاریوں کے لیے نقاب کر کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ ہندو میں مسلم مفاد کی جو بھی تحریک چلی، اپنے اُس کا دل و جان سے ساتھ دیا۔ تحریکِ خلافت، شہسوی تحریک، ہفتنہ ارتداد، تحریکِ شہید گنج، ساروا ایکٹ، غازی علم الدین شہید کیس، علی گڑھ تحریک اور تحریکِ پاکستان میں آپ کی خدمات سے کون واقف نہیں ہے۔ اس بات میں بال برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ اگر تحریکِ پاکستان میں حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی تو شاید پاکستان کبھی تک معرض وجود میں نہ آتا یا اس کا نقشہ بہت مختلف ہوتا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کو قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے سلسلے میں جب قدر و ثوابِ آلام سے دوچار ہونا پڑا وہ ایک الگ باب کی متقاضی ہیں اور اس وقت ان کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس وقت ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ قائد اعظم اور امیر ملت کے تعلقات کیا تھے اور یہ روابط کیسے اور کیوں قائم ہوئے اور حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کیوں اور کیسے حمایت کی؟

۱۹۰۶ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈر مثلاً مولانا محمد علی جوہر دہلوی (۱۹۳۱ء) ،

نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء)، نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء)، حکیم جہاں خاں (ف ۱۹۳۷ء) اور جسٹس شاہ جہاں خاں (ف ۱۹۱۸ء) وغیرہم نواب سلیم اللہ خاں (ف ۱۹۱۵ء) کے ہاں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کے قیام کا اعلان کیا۔ تو حضرت امیر ملت قدس سرہ کے میلانات طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور اپنے اس کے سیاسی کارکنوں کو قدس کی نگرانی دیکھا اور دل سے دوسرے قلمی نسخے اور قومی حمایت فرماتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جہد کا قوموں کی آواز بلند کی تو بصر غیر میں سب سے پہلے آپ ہی نے قائد اعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون یقین دلایا۔ آپ اس وقت جہد آباد وکن میں مقیم تھے۔ وہاں سے قائد اعظم کے نام ایک ہمدوانہ و انفرادی پر خلوص خط مع تبرکات بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا، لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں یہ بوجھ آپ پر آن پڑے، میں آپ کی مدد کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں۔ میں اور میرے مترسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے، آپ مطمئن رہیں۔“

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس منعقدہ علی پور شریف سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کی ملت اسلامیہ کیلئے خدمات اور مساعی جلیلہ کے اعتراف فرماتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۹۳۹ء میں جب کانگریس کی سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح ہوئی اور کانگریس وزارت سے مستعفی ہو گئی تو حضرت قائد اعظم نے جمعۃ المبارک ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات ”قراردیکر اسلامیان ہند سے بوجھ جمعہ بارگاہ ہنوز جل میں نفسل شکرانہ پیش کرنے کی اپیل کی تو آپ نے دربار عالیہ علی پور سیدیاں رسیالکوٹ میں شایان شان ”یوم نجات“ منانے کا اہتمام فرمایا اور مسجد نوری میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو گنا

۱۔ پاکستان ناگزیر تھا“ از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۵۳۔
۲۔ ”ازار امیر ملت“ از محمد صادق قصوی مطبوعہ بڑھکان دھور ۱۹۷۹ء ص ۱۵۔
ماہنامہ ”الوزار الصوفیہ“ اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱۳۔ ”تحریک پاکستان میں رسیالکوٹ کا کردار“ از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ رسیالکوٹ ۱۹۸۶ء ص ۸۸-۲۸۷۔
۳۔ ”بہشت روزہ“ الفقہیہ ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء ص ۱۳۔

شکرانہ ادا فرمایا اور اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور یوم نجات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

”دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانوں کو کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گئے؟ حاضرین نے باواز بند جواب دیا کہ اسلام کے! پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے تلے کھڑا ہوا، کیا تم اس کے جنازے کی ناز پڑھو گے؟ حاضرین نے بالاتفاق کہا، نہیں! ہرگز نہیں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے“

اس زمانے میں گورنر مسلم لیگ کا سیاسی شعور سیدار ہو چکا تھا اور مسلمان اپنے دوست دشمن میں تمیز کرنے لگے تھے تاہم کثیر التعداد مسلمان ہنوز مسلم لیگ سے برگشتہ تھے اور قائد اعظم کو اجنبی سمجھتے تھے لیکن آپ کی روحانی بصیرت پر قائد اعظم کی قلبی کیفیات منکشف ہو چکی تھیں اور آپ ان کو مسات کا بہ خیرہ سچا ہمدرد اور خادم خیال کرتے تھے اسی لیے آپ نے یوم نجات میں اپنے خیالات عالیہ کا اظہار فرما کر قائد اعظم کی تائید فرمائی جس کے نتیجے کے طور پر ملک کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک آپ کے لاکھوں مریدوں اور ارادتمندوں نے مسلم لیگ میں خود شمولیت کی اور دیگر مسلمانوں کو بھی مسلم لیگ کے پرچم تلے لاکھڑا کیا۔ اس کے بعد جوں جوں قائد اعظم کی سیاسی خدمات منظر عام پر آتی گئیں، آپ کی توجہ مبارک روز بروز قائد اعظم اور مسلم لیگ کی طرف مبذول ہوتی گئی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۴۰ء میں جب قائد اعظم علیحدہ قومیت کی بنا پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کے موقع پر حسب ذیل اہمیتی تارا رسالہ فرما کر حضرت قائد اعظم کو اپنی تائید و حمایت کا مکمل یقین دلایا۔ تارا کا مضمون یہ تھا :

”فقیر معذور و ذلیل جمیع اہل اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی مدارج کے لیے دعا کرتا ہے“

۵۔ ہفت روزہ ”الفتویٰ“ امرتسر، ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء۔ بحوالہ ”تذکرہ شاہ جامعہ“ از سید حمید حسین علی پوری، طبع لاہور ۱۹۶۳ء۔
۶۔ ”تذکرہ شاہ جامعہ“ ص ۹۹۔ خطبات آل انڈیا، نئی کانفرنس، طبع لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۳۰۔

۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء کو ٹیپڑ کے وقت خاکسار کارکن فرسین صاحبہ آف مزننگ لاہور نے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیر ملت ان دنوں حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے کے قریب مسلمانان حیدرآباد دکن کے محبوب رہنما سان الامت قائد ملت حضرت الحاج نواب بہادر یار جنگ (ف ۱۹۴۳ء) صدآل انڈیا اسٹیٹس مسلم ایکٹ و صدر اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن، عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت قدس میں حاضر ہوئے اور عرض فرمایا کہ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ اپنے فوراً رو بہ قید ہو کر حضرت قائد اعظم کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کو مایوس مقاصد کے لئے دغا مانگی۔ دوسرے دن اپنے بقلم خاص قائد اعظم کے نام ہمدردی و مزار پر ہی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور جب نواب بہادر یار جنگ دوبارہ حاضر ہوئے تو اپنے اپنا مکتوب ان کو سنایا اور پھر نواب صاحب کی تجویز پر اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کرا کے اصل تحریر کو اس کے ساتھ منسلک فرمایا اور اس کے علاوہ ایک نادر تسلی نسخہ قرآن مجید، ایک تھلی جانناز، ایک تسبیح، ایک زمزمی آب زمزم اور دیگر اشیاء بذریعہ حضرت بخشیشی مصطفیٰ علی خان (ف ۱۹۷۴ء) خلیفہ امیر ملت و سابق ڈوی ایس پی بنگلور حضرت قائد اعظم کو روانہ فرمایا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے مکتوب گرامی میں سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی دشمنی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین کی، ارجیل کی دشمنی، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے فال نیک ہے آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔

اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔

پنشنی صاحبہ جب حضرت امیر مملکت قدس سرہ کا مکتوب گرامی لے جا کر جانے لگے تو نواب بہادر یار جنگ بھی تشریف لے آئے اور پنشنی صاحبہ کو اپنی طرف سے حضرت قائد اعظم کے نام مندرجہ ذیل خط دیا :

حیدرآباد دکن
۳ اگست ۱۹۴۳ء

مائی ڈیئر مسٹر جناب
حامل رقوم ہذا خان بہادر پنشنی مصطفیٰ اعلیٰ خاں، امیر مملکت پیر سید جانت علی شاہ صاحب (محدث علی پوری) کے پیغامبر ہیں جن کے پوسے ہندوستان میں لاکھوں مزید اور جا شمار موجود ہیں۔ وہ (مفتی) کفایت اللہ (دہلوی، دیوبندی) مولانا احمد سعید (دہلوی، دیوبندی) اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انہوں نے ہمیشہ خود کو ہر قسم کے سیاسی جوڑ توڑ سے بالاتر رکھا ہے اور صرف اپنے مذہبی شخص و تبلیغ اسلام پر نظر رکھی ہے۔ مجھے جب بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے ان کو آپ کا مداح اور قدر شناس پایا۔ وہ آپ کے لیے بڑے نیک خیالات رکھتے ہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کے ضمن میں ان کے اخباری بیان نے ان کے مزیدوں پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جن میں اعلیٰ حیثیت اور اثر و رسوخ والے اشخاص شامل ہیں۔ امیر مملکت نے اپنے پیغامبر کے ذریعے آپ کے لیے ایک خط اور کچھ تحائف بھی ارسال کئے ہیں ان تحائف میں قرآن حکیم کا ایک نقلی نسخہ بھی ہے جو کین میں تیار ہونے والے کپڑے پر مدینہ طیبہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ کپڑا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

حضرت امیر مملکت ازید اختر حسین مطبوعہ ۱۹۶۵ء ص ۲۶۹
روزنامہ رہبر حیدرآباد دکن
۳ اگست ۱۹۴۳ء
اسلام اور قائد اعظم از محمد حنیف شاہد لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۸۸-۱۳۷
قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ از محمد حنیف شاہد لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲
اس خط سے قبل قاتلانہ حملہ کی مذمت میں حضرت امیر مملکت کا بیان مختلف اخبارات میں چھپا۔ روزنامہ انقلاب لاہور نے اس بیان کو اپنی اشاعت مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱ پر شائع کیا۔ (مقصود)

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے پیغامبر کو چند منٹ کے لیے ملاقات
کا وقت دے دیں اور پیر صاحب کو جواباً تائیس و تشر کا خط لکھ دیں۔ یہ اقدام اس محترم
شخصیت کی حوصلہ افزائی اور اخلاص کے لیے بڑا سود مند ثابت ہوگا۔
میں آپ کی صحت یابی اور درازی عمر کے لیے دعا گو ہوں۔
آپ کا مخلص ترین،

محمد مبارک خاں

محنتی صاحب، خط اور تحائف لے کر بمبئی گئے۔ مالا بارہل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے
تو معلوم ہوا کہ فاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ محمد و متر القوم فاطمہ جناح کو ماور ملت سے
مل کر خط اور تحائف ان کو دے آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت امیر ملت کو مطلع کیا
چند روز بعد (۱۱ اگست ۱۹۴۳ء) کا لکھا ہوا) قائد اعظم کا خط آیا، جس میں انہوں نے سلام و دعا کے بعد لکھا تھا کہ
”جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے

مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں
کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لیے

عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں، جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو
کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی تڑھے

میں نے منگوائے ہیں، ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم
دے سکے۔ جاغاز اپنے اس لیے عطا کی کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا
حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح اپنے اس لیے ارسال کی ہے

کہ میں اس پروردگار شریف پڑھا کروں جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی
رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس بات سے
کی تعمیل بھی کروں گا۔

جب قائد اعظم کا مکتوب حضرت امیر ملت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

۱۔ قائد اعظم خطوط کا آئینہ میں۔ از خواجہ رضی حیدر، کراچی ۱۹۸۵ء ص ۵۲-۱۵۱۔

۲۔ ”ہیرنگ گل“ مجلہ اردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۶۶ء ص ۱۹۳۔

میں جیدر آباد کن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب مجھے میں میں جلتے
بعد مسافت پر ان کو میرے مافی الغمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔ وراں حالیکہ میں نے اس کا
تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بلے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے
دل کی بات جان لی۔

نواب بہادر یار جنگ کے خط کے جواب میں قائد اعظم نے یہ خط لکھا :
۱۱ اگست ۱۹۴۳ء

ڈیر نواب بہادر یار جنگ

مجھے پیر صاحب کا خط ملا اور میں بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے
قرآن شریف کا ایک نسخہ، مدینے کی نبی ہوئی جاننا، تسبیح اور زمرہ اپنے پیغام برخان بہاد
بخشی مصطفیٰ علی خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام
اپنا خط منسلک کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو ان کے صحیح پتہ پر ارسال کر دیں
گے۔ میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے پیغام بر کو خوش آمدید نہ کہہ سکا البتہ مس جناح
نے ان کا استقبال کیا اور تحائف وصول کئے۔ میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں۔
تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مس جناح اور میرا
سلام قبول فرمائیے۔

آپ کا پُر خلوص

ایم اے جناح

جون ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر ملت، سری نگر کشمیر، میں تشریف فرما تھے کہ قائد ملت

ڈیر کی غلام عباس (دف ۱۹۶۷ء) جو آپ کے مرید صادق تھے، قائد اعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر
ہئے۔ آپ نے قائد اعظم کی پُر تکلف دعوت کی اور انواع واقسام کے ۲۵ کھانے دسترخوان پر چنے گئے اور
شیرازی راج کے مطابق آخر میں گشتا پر یا گشتا بر نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا
آہستہ۔ دعوت کے اختتام پر حضرت نے قائد اعظم کو تحائف بھی دیئے۔

— میرت امیر ملت — ۸۱-۲۸۰ — — — — — قائد اعظم خطوط کے آئینے میں — ۵۲-۱۵۲ —
— ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۴۴ء — — — — —

اس دعوت کی تفصیل مشہور کشمیری مورخ کلیم اختر دوف ۱۹۹۶ء کی زبانی سنئے :

” ۱۹۲۲ء حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سرنگر میں تھے۔ آپ کا قیام ہوسن برٹ میں تھا۔ جموں اور سرنگر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہزاروں مریدین تھے۔ جموں میں قاضی خاندان ان سے بیعت تھا۔ جموں تشریف لاتے تو قاضی امیر الزہدین صاحب مرحوم والد ماجد قاضی شمس الدین مرحوم اور قاضی ظہور الدین (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز پنجاب کے ان قیام فرماتے چوہدری غلام عباس مرحوم کو بھی ان سے عقیدت و ارادت تھی۔ میرے تایا ماسٹر غلام حیدر مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر، حضرت صاحب کے مرید تھے۔“

سرنگر میں ۱۹۲۲ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں نشاط باغ میں ایک بہت بڑی دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت فرشی تھی، سبزہ زار پر قالین بچھائے گئے اور گاؤں تکیے لگائے گئے اور قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی اس دعوت میں سرنگر کے معززین کے علاوہ ان کے مریدوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کار سے بات چیت کی۔

اس مجلس کی ایک بات بہت مشہور ہوئی کہ دعوت کے خاتمہ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ایک مرید نے ایک ڈبہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا جسے انہوں نے کھولا اور اس میں سے ایک سگاز نکال کر قائد اعظم محمد علی جناح کو پیش کیا۔ جسے انہوں نے لیا اور سدا لیا۔ بعد میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جیسے ممتاز اور عظیم عالم دین نے سگاز کیوں پینے کے لئے دیا۔

اسے فرمایا۔ آپ لوگ اس انسان کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں یہ کھانے کے بعد سگاز پیتے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میری نظروں میں اس کا درجہ ولی سے کم نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر سوال کرنے والا خاموش ہو گیا اور اس موقع پر حضرت

پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے لوگوں کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت بھی دی اور تعلقین بھی کی۔ ۱۳

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائد اعظم کی کامیابی کی پیش گوئی کی اور دو جھنڈے عطا کرائے، ان میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ۔ فرمایا کہ سبز جھنڈا اسلام لیک کا ہے۔ اور دوسرا کفر کا۔
 قدا اور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین رہے ہوئے قائد اعظم نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:

”میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر مملکت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔“ ۱۴

تحریک پاکستان کے نامور کارکن پیر زادہ محمد الزور عزیز چشتی (ف ۱۹۹۸ء) اس دعوت کی تفصیل کچھ طرح بیان کرتے ہیں، یہ بھی سن لیجیے!

”۱۹۴۳ء میں سیالکوٹ کے بعد قائد اعظم، کشمیر تشریف لگے،

وہاں ان دنوں میرے پیر و مرشد حضرت امیر مملکت سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی سرینگر میں تشریف فرما تھے جب حضرت صاحب کو حضرت قائد اعظم کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سید نور حسین شاہ صاحب کو اپنے مریدان خاص الحاج اللہ دووہا یا لالپوری اور الحاج غلام جیلانی و جیلانی ٹینٹ سروس راوی روڈ لاہور کے ہمراہ دعوتِ عصرانہ کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، قائد اعظم نے بخوشی حضرت امیر مملکت کی دعوت قبول فرمائی۔ آپ جب دعوت میں شرکت کے لئے پہنچے تو غار سے حضرت صاحب سے تمام مریدین اور معتدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر قائد اعظم کا استقبال کیا اور انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ قائد اعظم کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

دعوت کے اختتام پر قائد اعظم نے آپ سے مسلم لیگ کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر آپ نے انتہائی خصوصاً و خصوصاً کے ساتھ مسلم لیگ کا بنیاد اور قیام پاکستان کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی قائد اعظم کی درازی عمر اور صحت کے لیے

ہفت روزہ ”استقلال“ لاہور ۲۵ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۴۳ء ۱۳
 جلد ۲، برگ گل، قائد اعظم نمبر ۱۹۴

خصوصی دعا بھی فرمائی اور اپنے ہاتھ سے قائد اعظم کو نہایت قیمتی سگاز کا تحفہ پیش کیا، حالانکہ حضرت صاحب کی محفل میں کوئی شخص بھی سگریٹ تک بھی نہیں پی سکتا تھا۔ قائد اعظم کے رخصت ہونے کے بعد آپ کے مرید خاص حاجی اللہ ودھیا نے نہایت بڑی سے استفسار کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے ۱۹۲۶ء میں دیکھا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے شیروں لیدر حضرت مولانا شوکت علی اسی عقیدت، نیاز مندی اور خلوص سے قائد اعظم کا احترام فرماتے تھے جیسے کوئی پاکباز مرید اپنے مرشد کا ادب کرتا ہو۔

مولانا شوکت علی مرحوم کے ۱۹۳۹ء میں کہے گئے الفاظ قائد اعظم کی عظمت کی ہمیشہ گواہی دیتے رہیں گے۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "میرے پاس عمل اور تنظیم کی جتنی بھی قوت ہے، وہ جناح کے لیے وقف ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر خاص، دیانتدار، راست گو اور ہندو سیاست کو سمجھنے اور نڑکی بڑھانے کی جواب دینے والا سارے ہندوستان میں کوئی نہیں ہے۔"

اسی طرح میرے پیرو مرشد نے اپنے مرید خاص سے فرمایا: "میرے مرید ہیں اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خاص بندوں میں شامل ہے اور قدرتِ کاملہ اس سے مسلمانوں کی آزادی کے "ہیرو" کا کام لینے والی ہے، اس لیے میرے مریدین اور معتقدین کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دل و جان سے نہ صرف جناح کی عزت و احترام کریں بلکہ ان کے احکامات کی بھی پوری پوری تعمیل کریں۔"

یہ الفاظ نہ صرف میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں بلکہ اسی لیے جب بھی جی ایم سید یا غفار خاں جیسا کوئی شخص، قائد اعظم کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میرے پیرو مرشد کے الفاظ میرے دل و دماغ میں قائم کی عظمت اور محبت کو دو چند کر دیتے ہیں اور میرا سر بانی پاکستان، بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے حضور انتہائی عقیدت و احترام سے جھک جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زندگی کے آخری سانس تک اپنے پیارے قائد اعظم کے اس عطیہ خداوندی چہستانِ پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لیے جدوجہد جاری رکھوں گا۔ ۱۵

۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑکی بازی لگا رکھی تھی بہتر
 امیر ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے میں دورے کیے اور قائد اعظم کے حق میں فضا
 ساز کار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے
 لگے تو بمصداق "کھسیانی بنی کھبانو پیچے" جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائد اعظم کی ذات والاصفات پر
 گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب اپنے پنجاب مسلم لیگ کے عام اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت
 کرتے ہوئے فرمایا :

"دوقومی نظریہ سب سے پہلے سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال
 رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا، اب قائد اعظم نے اسی دوقومی نظریہ
 کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول
 یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدرے کی پیروی کے لیے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلا تیز
 غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی، اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے،
 مسلمانوں نے قائد اعظم کو اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر ان کی ذات پر یہ کچھ اچھا لانا اور
 رکیک سوچیانہ حملے کرنا کیا معنی؟ ماسوائے ذاتی کدورت و حسد کے۔ یہ تو ایک اصول کی بات
 تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک
 بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجا لارہا ہو۔
 اس کے بعد اپنے قائد اعظم کی تائید و حمایت کے لیے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔
 فرستمبر ۱۹۴۵ء میں ایک بیان میں فرمایا :

"..... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس
 طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد
 سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا
 کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانان ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان
 کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔"

ماہنامہ "الوزار العونیہ" قصور، اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱۴۔ "برگ لگان" قائد اعظم نمبر ص ۱۹۴

فقیر بحیثیت امیر ملت، قائدِ عظیمِ مسلمین محمد علی جناح کی اس اسپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں۔ اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔

۱۹۴۵ء ہی میں شعبہ نشر و اشاعت پنجاب مسلم لیگ نے ایک اشتہار بعنوان "تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام" شائع کیا جس کا عکس ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور کے شمارہ جون ۱۹۶۶ء میں چھپ چکا ہے۔ اس اشتہار میں بہت سے مشائخِ عظام نے مسلم لیگ اور قائدِ عظیم کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ:

محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کے واحد نمائندہ جماعت ہے۔

اس کے بعد اپنے اور زیادہ انہماک اور جوش و خروش سے مسلم لیگ اور قائدِ عظیم کی حمایت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے تمام علاقے دین اور مشائخِ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشین چھوڑ کر میدانِ عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاونِ عمل کے پیغامات موصول ہوئے، حضرت پیر صاحب مانگی شریف "پیر امین الحسنات" ف ۱۹۶۰ء خود بہ نفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

"حاضر ہو گیا ہوں، اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا۔"

اپنے فرمایا:

"ابنِ اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب

کرتے ہیں، ہم سب کا ہے، آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔"

۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب مانگی شریف نے قائدِ عظیم کی مانگی شریف ضلع پشاور میں ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کو جلسہ کی صدارت کیلئے دعوت دی لیکن آپ ناسازیِ مطیع کے باعث شریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملکت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء) کو قائدِ عظیم کے لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تحصیل اور

۳۸ ہفت روزہ "الفتویٰ" امرتسر، اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ بحوالہ "خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس" ص ۳۸
 ۳۹ خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس "ص ۴۲-۴۳" سیرت امیر ملت "ص ۸۳-۸۴"

کئی دوسرے مخالف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب نانکی شریف نے حضرت سراج الملکت کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائد اعظم جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملکت آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا، قائد اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ "حضرت امیر ملت نے آپ کی کامیابی کا طلائف تمغہ بھیجا ہے۔" یہ سن کر قائد اعظم بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا: "پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔" اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملکت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائد اعظم کی شروانی کی بائیں طرف سینے پر ڈانک دیا۔ قائد اعظم نے مسکرا کر شکر ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

۱۱، ۱۰، ۱۹۲۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں حضرت امیر ملت نے جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی تائید و حمایت میں فرمایا:

"حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں، اگر اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو پر ملا گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکاروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں مسکین ہوں۔ مسکین موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔"

ذرا اندازہ فرمائیے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کس قدر دلیری، جرأت اور بے باکی کے ساتھ قائد اعظم کی تائید و حمایت کی۔ ہر قسم کی مخالفت، قتل کی دھمکیاں اور گونا گوں دھمکائیوں کے سہارے نہ بن سکیں اور آپ ایک مرد مومن کی سی شان کے ساتھ اللہ کے سپاہی یعنی قائد اعظم کی حمایت فرماتے رہے اور مخالفین معاندین کے منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ ہی جیسے بزرگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نہی آن نہی شان گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

۲۷ اپریل ۱۹۲۶ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کا بنارس میں فقید المثال اجلاس شروع ہوا تو

۱۔ "سیرت امیر ملت" ص ۸۳، قائد اعظم اور سرحد، از عزیز جاوید، پشاور ۱۹۷۸ء ص ۱۲۶۔
 ۲۔ قائد اعظم اور آن کاہد، از رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۶۶ء ص ۶-۵۰۔

کانگریس علماء نے اپنے ایجنٹ صحیح کرا اجلاس درہم برہم کرنے کی سازش تیار کی، ایک قرار و مرتب کی جس میں قائد اعظم کو کافر ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کے بارے میں جو تعریفیں کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتقد خاص صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ترقی ۱۹۴۸ء مرکزی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سٹی کانفرنس کے ساتھ سٹیج پر تشریف لارہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر سے دی۔ آپ جلسہ گاہ پہنچے تو آپ کو کرسی پر بٹھا کر اسٹیج پر لایا گیا۔ آپ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ ایک لخت پورے جوش کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :

”جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میرے قرآن و حدیث کی روش سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے :

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لکم الرحمن ودا۔ سورۃ مریم : ۹۶

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔“
تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کالاں مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائد اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب رہی میری عقیدت، تم اُس کو کافر کہو میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔ اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو محمد اللہ میں صحیح النسب سید ہوں اور سید ماں کے پیٹ سے صدر ہوتا ہے۔ تمام امت آل رسول پرورد و بھیجتی ہے۔ اس لیے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔“

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن مخالفین نے بعد ازاں بھی مخالفت جاری رکھی۔ چنانچہ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد میاں جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ جناح کافر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برحسبہ جواب دیا :

ماہنامہ ”الوزار العرفیہ“ قصور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱۴-۱۵

”تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب یا نیت

کرتے ہو۔“

پھر ارشاد فرمایا :

”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کر ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“

اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بڑھ کر حضرت کے قدم پر بیٹھے اور اعراف کیا کہ ”اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا : ”مولانا صاحب ! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اُسے کامیابی ہوگی۔“

پھر فرمایا :

”پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا، بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے، اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔“

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں اپنے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائد اعظم کی استعفا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، امیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادگان اور بیگان نے بھی مسلم لیگی امیدواروں کے لیے شب و روز کام کیا حتیٰ کہ مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اعظم نے بمبئی میں آپ کے مرید صادق سید محمد علی کو مبارکباد دی اور کہا کہ :

”یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔“

اپنے قائد اعظم کو مبارکباد کا تارویا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تارویا اور لکھا کہ :

”یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا صلہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔“

جولائی ۱۹۴۶ء میں حضرت امیر ملت کو معلوم ہوا کہ قائد اعظم آئندہ سال زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں تو اپنے انہیں ایک تفصیلی خط لکھا جس میں مناسک حج، زیارت کی تفصیلات، مقامات کے نام اور اخراجات تک تحریر فرمائے اور تمام اخراجات اپنی گروہ سے ادا کرنے کی پیشکش کی۔ خط ملاحظہ فرمائیے :

علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ

۱۰ جولائی ۱۹۴۶ء

قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ آئندہ سال سفر حج پر تشریف لیجانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے فقیر کو اس مشورہ سے دلی مسرت ہوئی ہے فقیر آپ کو اس مبارک عزم پر ہزار ہا مبارکبادیں دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس عزم مبارک میں برکت عطا فرماوے۔ لیکن فقیر آپ کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ آپ بجائے سال آئندہ حج کرنے کے اسی سال حج و زیارت کا ارادہ کریں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے ذمے جو حج فرض ہے وہ ادا ہو جائے گا اور جو لوگ آپ کی طرف سے سونپن رکھتے ہیں اور آپ کے عقائد و اعمال اور دین و مذہب پر طعن کرتے ہیں۔ ان پر اور تمام عالم پر آپ کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، برائی العین نظر آجائے گی اور آپ کا قور ایمان سب پر روشن ہو جائے گا اور امید ہے کہ اس کے بعد ان مخالفین کے گردنیں پار نہ امت سے نہ اٹھ سکیں گی۔ یہ غلط فہمی جس قدر رفع ہو سکے بہتر ہے اور وہ آپ کے حج کو جانے سے دفع ہو جائے گی۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ ملک حجاز اور حرمین شریفین طیبین کی حالت کو اور بالخصوص حالات سفر حج پر چشم خود معائنہ کر سکیں گے۔ سعودی حکومت نے ارکان حج و زیارت کا ادا کرنا عامۃ المسلمین کے لیے جس قدر دشوار کر رکھا ہے اس کا صحیح اندازہ دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ موٹر لاریوں اور اونٹوں کا کرایہ، دستم تم کے محصول اور ٹیکس اس قدر کثیر و گراں کر دیئے گئے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے فریضہ حج کو بجالانا سخت دشوار ہو گیا ہے۔ ہمیشہ ہندوستان سے بڑی کثیر تعداد میں حج و سفر کرتے ہیں اور حکومت حجاز کو ہندوستان کے حاجیوں سے زر کثیر حاصل ہوتا ہے۔ جس سال ہندوستان سے حاجی نہ جاسکے حکومت حجاز کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن باوجود اس کے حکام حجاز، حاجیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ ہندوستان والے

بہت کچھ فریاد کرتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا۔ اب آپ خود حجاز میں حاضر ہو کر کچھ ستم خود تمام حالات دیکھیں گے تو امید ہے کہ حکومت حجاز سے حاجیوں کے لیے مراعات حاصل کر سکیں گے۔ آپ مسلمانان ہند کے قائد اعظم ہیں۔ آپ کی آواز ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی متحدہ آواز ہے۔ آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ کی آواز ارض حجاز میں بھی رائیگاں اور بے اثر نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ اسی سال حج کو چلے جائیں تو امید ہے کہ اہل ہند کے لیے جلد سہولت و آسانی کی راہ نکل آئے گی۔

نجدی حکومت کے مظالم کے متعلق مثال کے طور پر چند واقعات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ جدہ شریف سے مکہ شریف کا فاصلہ ۲۵ میل کا ہے اور مور لاری میں ایک گھنٹے کا سفر ہے لیکن اس کا کرایہ حاجیوں سے سو روپے فی کس لیا جاتا ہے۔ مکہ شریف سے عنفات شریف ۹ میل ہے، اس کا کرایہ پچاس روپے لیتے ہیں۔ مکہ شریف سے مدینہ شریف ۲۵۵ میل ہے۔ ڈیڑھ دن کا سفر ہے، اس کا کرایہ چار سو روپے وصول کیا جاتا ہے۔ حج کے موقع پر جو حاجیوں سے چار سو روپے لیتے ہیں، حاجیوں کے چلے جانے کے بعد صرف پندرہ روپے لیتے ہیں۔ یہ کس قدر مزاح ظلم ہے، اس ظلم کی کوئی حد ہے؛ ترکوں کی سلطنت میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جانے اور پھر مکہ شریف واپس آنے کا کرایہ ۱۵ روپے تھا اب اونٹ کا کرایہ چار سو روپے ہے اور اونٹ کی قیمت ۳۳ روپے اور ایک بار کا کرایہ چار سو روپے ہے۔ اپنا اونٹ خرید کر یا اپنی مور سواری پر یا سڑک پر یا پیادہ کوئی نہیں جاسکتا۔ پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ سات سو آدمیوں کو جو رات بخ تک پیادہ پہنچے تھے، حجاز کے اندر داخلہ کی اجازت نہ دی گئی اور رات بخ سے واپس کر دیا۔

تیسرا فائدہ یہ ہو گا کہ آپ کے سفر حج کا سن کر ہندوستان کے ہزار ہا مسلمان آپ کے ہمراہ جانے کے اشتیاق میں حج کو روانہ ہوں گے اور اس خیر کثیر کے باعث آپ ہوں گے۔ ان سارے حاجیوں کو جس قدر ثواب ملے گا، اتنا ہی تنہا آپ کو ملے گا۔ الدال علی الخیر کفاعلہ گویا آپ نے بیک وقت ہزار حج کر لیے۔

اب فقیر حج کے معنی بیان کرتا ہے کہ حج کسے کہتے ہیں۔ ایک پرندہ جال میں پھنس جاتا ہے، وہ بہتیرا پھر پھر اٹاتا ہے مگر جال نہیں ٹوٹتا اور وہ گرفتار کا گرفتار رہتا ہے۔ آخر ایک دن فرشتہ اجل آ جاتا ہے اور اس کی جان نکال لے جاتا

ہے۔ اسی طرح انسان بھی علاقہ دنیا اور سلاسل مال و عیال میں گرفتار رہتا ہے۔ کوئی صورت اس جال سے نکلنے کی نہیں نکلتی۔ ادھر بیوی کا خیال ہے، ادھر بچوں کی فکر ہے ادھر مال ہے ادھر زمین ہے۔ مرتے دم تک اسی غم میں مبتلا رہتا ہے۔ آخر ملک الموت اس پھندے سے اُس کو چھڑاتا ہے، تو اس کا نام موت ہے اور اپنی خوشی سے اپنے ارادے سے اس جال کو توڑنا، اس کا نام حج ہے۔

حاجی، اللہ تعالیٰ کا ہمان ہوتا ہے اور میزبان کو اپنے ہمان کی خاطر عزیز ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ اس وقت سے جب تک وہ پھر واپس ہو کر گھر میں داخل ہوتا ہے، اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حج کے زلے میں حاجی کا ہر فعل عبادت ہے۔ اُس کا کھانا پینا، سونا عبادت میں داخل ہے۔ حج سے مشرف ہو کر حاجی اس طرح پاک ہوتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حاجی کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں اور اُس کو انعام میں جنت نصیب ہوتی ہے۔ جس وقت حاجی کی پہلی نظر کعبہ شریف پر پڑتی ہے، اُس وقت جو دعا مانگے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث یاد تھی جس وقت پہلی مرتبہ ان کی نظر کعبہ شریف پر پڑی تو انہوں نے دعا مانگی کہ ”یا اللہ! مجھ کو مستجاب الدعوات بنا“ یعنی میں جو دعوات مانگا کروں اُس کو قبول فرمایا کر۔

اگر آپ بجائے سال آئندہ اسی سال حج کا ارادہ کر لیں تو کراچی سے روانگی اور واپسی تک صرف دو مہینے صرف ہوں گے۔ ۲۵ دن مدینہ شریف کی حاضری ۱۵ دن مکہ شریف کی حاضری اور بیس روز جہاز کی آمد رفت میں۔ ۴ نومبر کو واپس ہوگی اور نومبر کے آخر تک آپ واپس پہنچ سکتے ہیں۔

فقیر نے بھی اس سال حج اپنے بچپس فقیروں کے ٹکٹ حاصل کر لئے ہیں اور سوال میں جو دوسرا ٹکٹ چاہئے گا، اُس میں روانگی ہوگی۔ اگر آپ بھی اس میں سوار ہوں تو خط خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے حاجی دو۔ فقیر یہ بھی آپ کو بتانا ضروری سمجھتا ہے کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ اسی سال حج کی سعادت نصیب کرے تو آپ اپنا مطلق شیخ محسن صاحب سندھی کو بنا لیں۔ یہ بہترین مطلقین میں سے ہیں، قدیم سے فقیر کے مطلق ہیں اور بڑی جانفشانی سے حاجیوں کے خدمت گزار ہیں۔ بلکہ فقیر باقی

حاجیوں کو بھی سچے دل سے مشورہ دیتا ہے کہ شیخ محسن صاحب کو اپنا مطوّف بنایا کریں۔
تیز یہ سحر رکنے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے تمام خورد و نوش اور خرچ آمد و رفت فقیر
کے ذمہ ہوگا اور جس قسم کا پرہیزی کھانا آپ چاہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ویسا ہی تیار
ہو جایا کرے گا۔ اور اگر آپ قبول و منظور فرمادیں تو آپ کا آگہوٹ کا کرایہ بھی فقیر ہی
ادا کرے گا۔

نجدی حکومت کے مظالم اس قدر ہیں کہ لکھنے کے لیے دفتر چاہیے،
اور انگریزوں کے یہ مظالم ہیں کہ حاجیوں کو ایک سیر آٹا وانہ لے جانے کی بھی اجازت نہیں
ہے، حاجی لوگ وہاں جا کر کیا کھائیں گے۔ بھوکے ہی مرجائیں گے کیونکہ وہاں تو غلہ تو ملتا
ہی نہیں ہے۔ سنا گیا ہے کہ گزشتہ سال جو حاجی اپنے ہمراہ مٹھائی لے گئے تھے
وہ بھی انہوں نے چھین لی تھی۔ خیر یہ تو انگریزی حکومت ہے، ان کا اختیار ہے جو کچھ
چاہیں کریں مگر نجدی حکومت تو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ
حاجی لوگ اپنے گھر سے صرف ساٹھ روپیہ لے جاتے تھے اور حج کر کے واپس آجاتے
تھے لیکن اب انگریزی حکومت نے اخبارات کے مطابق تیس روپے کا کرایہ
اٹھا رہا سو روپے، دوسرے درجہ کا چوہلیس سو اور اول درجہ کا چار ہزار روپیہ مقرر
کیا ہے۔ پنجاب کے غریب مسلمان اتنا روپیہ کہاں سے لائیں گے۔ نجدی حکومت نے
اس بات کو سمجھا ہی نہیں کہ اگر وہ ترکوں کے وقت کے کرائے مقرر کر دے تو فقیر دعوے
سے کہتا ہے کہ اس کو موجودہ آمدن سے سو گنا زیادہ آمدن ہو اور غریب مسلمان بھی حج و
زیارت کی نعمتِ عظمیٰ سے مستفیض ہو کر نجدی حکومت کے حق میں دل و جان سے
دعا کریں گے۔

فقیر امید کرتا ہے کہ آپ اس خط کے جواب باصواب سے بہت جلد
مطلع فرمائیں گے تاکہ تسلی ہو۔ اگر آپ فقیر کی اس درخواست کو منظور فرما کر حوصلہ
اقتدائی فرمائیں گے تو فقیر کو آمدہ بھی شرعی امور میں مشورہ دینے کی جرأت ہو جائے
گی اور پہلی بار ہی خالی گئی تو فقیر کو سخت صدمہ پہنچے گا اور نہایت مایوسی ہو جائے
گی۔ فقیر آپ کے سفر حج کے غزم بالجزم کی خوشخبری سننے کے لئے ٹیلی گرام کے انتظار میں ہے
اور فقیر کا گھر قلعہ سوکھا سنگھ (منہلج) سیالکوٹ ہے۔

الراشم

سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ

بعد ازاں انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کو ریختہ
علی پور سٹیڈیاں ضلع سیالکوٹ

لکھا :

۱۴ جولائی ۱۹۴۶ء
قائد اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزیز
حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد
دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند
کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے
اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں
لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی روٹیا ہی اور دولت نصیب ہوئی۔ انہوں نے
کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کٹھیریاں گاندھی کا... بنایا جائے
مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا... نہ بنا سکے۔

آخر میں باد بریص ہمت مروانہ تو
ایں کار از تو آید و مرواں چنیں کنند

اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام دیر عثمان علی خاں والی حیدرآباد
دکن ف ۱۹۶۷ء اور اہل حیدرآباد دکن کو دیتا ہوں، جنہوں نے آپ کو سونے سے وزن
کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک سونے سے
وزن کرنے کی عزت سوائے آغا خاں صاحب (سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم ف ۱۹۵۷ء)
اور آپ کے کسی بادشاہ کو، کسی ملک اور قوم میں نہیں ہوئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے
مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔ اس لیے اب آپ کا فرض
ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الہی میں حاضر ہو
کر اور دربار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں اور

ہفت روزہ "دیدار سکندری" راپور جلد ۸ شماره ۲۸/۲۸ بابت ۱۴ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۲۰۳

فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔

عید الفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچ کر دوسرے دن مکہ پہنچ جائیں۔ اور پانچ دن میں مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں، وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر تیسرے دن کراچی واپس پہنچ جائیں۔ اس میں آپ کے کل بیس دن کے قریب صرف ہوں گے۔ جس وقت یہ نیاز نامہ پہنچے اس وقت اپنے منم بالجزم سے بذریعہ تاریخی پور پریڈاں قلعہ سو بہا سنگھ (تارگھر) کے پتے پر فقیر کو مطلع فرمائیں۔ طرہ برکریاں کارہا و شوار نیست۔
آپ کے میل گرام کا انتظار رہے گا۔

الراقم

سید جماعت علی کشاہ عفی اللہ عنہ

بعد میں حضرت قائد اعظم کو ایک خط انگریزی میں بھی لکھوایا جس میں حج کی تمام تفصیلات اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔

قائد اعظم نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے :

۱۰ اورنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۱۳ اگست ۱۹۴۶ء

ڈیر سید جماعت علی شاہ صاحب

۱۴ جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان کی بنا پر میرے لیے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن نہیں ہے۔

آپ کے شکریے کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیر مات نے قائد اعظم کو مبارکبادی کا خط لکھا، جس کے

جواب میں قائد اعظمؒ نے ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے :

ار او رنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر پیر صاحب

آپکی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دو سو سال کی غلامی کے بعد خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپنے ازراہ لطف مجھے شفا لوگوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اسکا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپکا مخلص

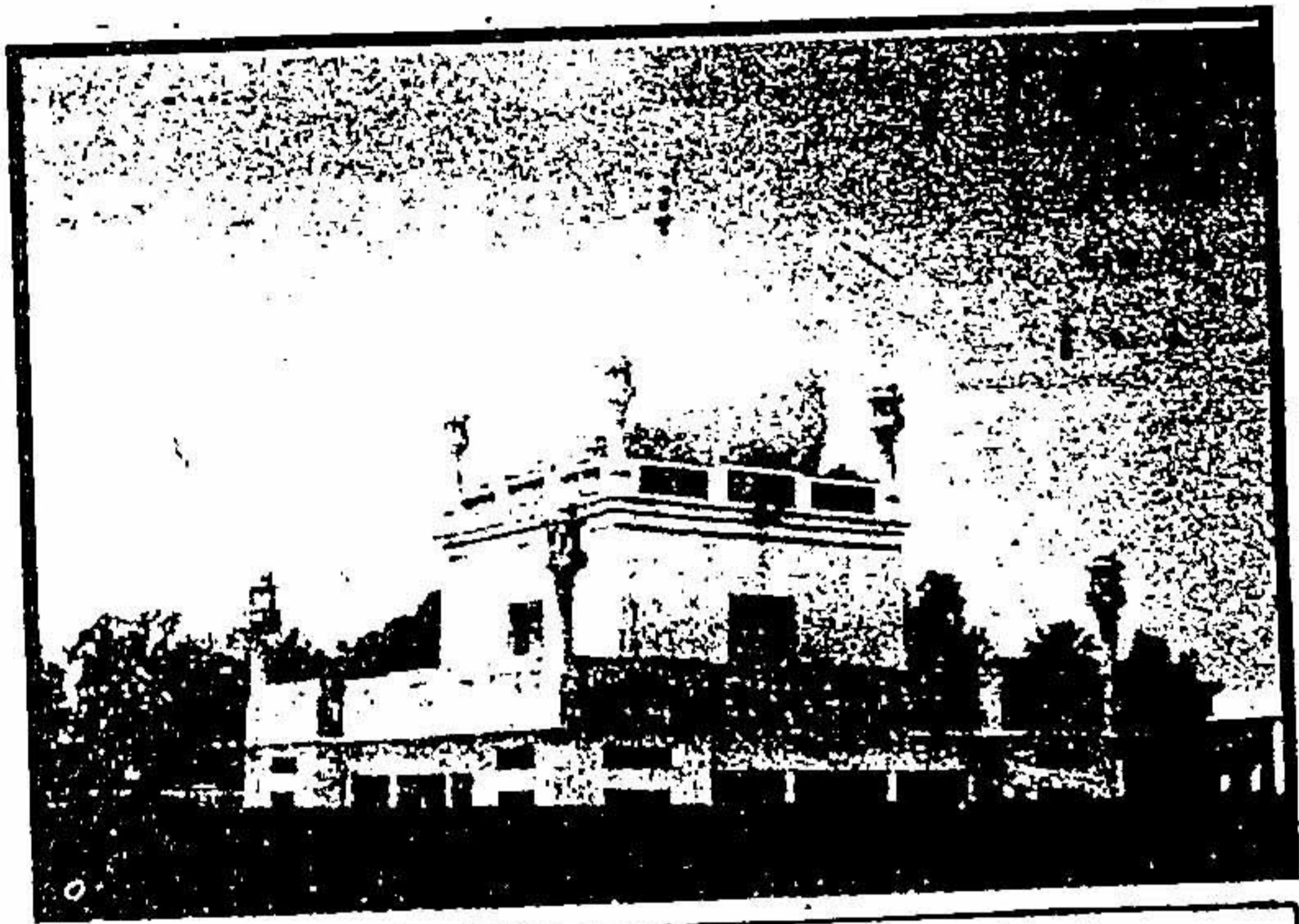
ایم اے جناح

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل پاکستان کی شکل میں مل گئی تو حضرت امیر ملتؒ نے قائد اعظمؒ اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے، قائد اعظمؒ کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا :

”ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔“

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائد اعظمؒ کی رحلت ہوئی تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپنے حضرت قائد اعظمؒ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یاران طریقت کو بھی دعائے مغفرت کے لیے ارشاد فرمایا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے مرید خاص الحاج چوہدری قاری محمد شہاب الدین صاحب بیگم بازار جید آباد دکن (انڈیا) کے نام اپنے والا نامہ میں حضرت قائد اعظمؒ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں بھر پور خراج تحسین پیش کیا :

ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرتِ آیات کی خبر سن کر جس قدر
 صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ
 اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم و مغفور کا جانشین کوئی نظر
 نظر نہیں آتا۔



مزار مقدس حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱	اجمل الوارِ رضا	مولانا حسنت علی خاں لکھنوی	پبلی بھیت رائڈیا	۱۹۳۵ء
۲	اسلام اور قائدِ اعظم	محمد حنیف شاہد	لاہور	۱۹۷۶ء
۳	اسلامی مذاہب	شیخ ابو زہرہ مصری	فیصل آباد	طبع سوم
۴	اکابرین تحریک پاکستان	محمد علی چسراغ	لاہور	۱۹۹۰ء
۵	اکابر تحریک پاکستان جلد اول	محمد صادق قصوری	گجرات	۱۹۷۶ء
۶	اقبال کا سیاسی کا نامہ	محمد احمد خاں	لاہور	۱۹۷۷ء
۷	الکاوید علی الغاویہ جلد اول	مولانا محمد عالم اسمعی	امرتسر	۱۹۳۱ء
۸	جلد دوم	" " " "	" " " "	۱۹۳۳ء
۹	امیر ملت اور ان کے خلفاء	محمد صادق قصوری	سیالکوٹ	۱۹۸۲ء
۱۰	امیر ملت اور آل انڈیائی کانفرنس	" " " "	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۱	امام صحافت / ناسخ سیفی	خلیق الرحمن سیفی	فیصل آباد	۱۹۸۸ء
۱۲	انوار شاہِ جماعت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدرآباد دکن	تلمی
۱۳	الوزار امیر ملت	محمد صادق قصوری	بڑھکان (قصور)	۱۹۷۹ء
۱۴	الوزار اقبال	بشار احمد ڈار	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۵	ایمان پروریادیں	مولوی اللہ وسایا	ملتان	۱۹۸۶ء
۱۶	برکات علی پو شریف	پیر نعیر شاہ امرتسری	امرتسر	۱۳۲۶ھ
۱۷	پاکستان ناگزیر تھا	یتد حسن ریاض	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۸	تحریک ہجرت	راجا رشید محمود	لاہور	۱۹۸۶ء

۱۹۶۶	لاہور	شورشش کاشمیری	تحریک ختم نبوت	۱۹
۱۹۸۶	پشاور	پروفیسر محمد شفیع صابر	تاریخ صوبہ سرحد	۲۰
۱۹۶۹	لاہور	شیخ محمد نسیق	تاریخ پاکستان	۲۱
۱۹۶۳	"	سید حیدر حسین علی پوری	تذکرہ شاہِ جامت	۲۲
۱۹۸۵	اسلام آباد	حکومت پاکستان	تحریک پاکستان منزل منزل	۲۳
۱۹۵۴	میسور (بھارت)	فیاض بگورڈوی	تذکرہ شہر جامت	۲۴
۱۹۸۶	سیالکوٹ	خواجہ محمد طفیل	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	۲۵
۱۹۶۸	لاہور	مولوی نجم الغنی رامپوری	مذہب اسلام	۲۶
۱۹۸۶	ملتان	مولانا عنایت اللہ چشتی	مشاہداتِ قادیان	۲۷
طبع نہم	لاہور	پروفیسر محمد الیاس برنی	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	۲۸
۱۹۶۵	علی پور تھان	سید اختر حسین / پروفیسر محمد طاہر قادری	سیرت امیر ملت	۲۹
۱۳۶۹ھ	حیدرآباد دکن	حاجی محمد عثمان جامتی	ملفوظات امیر ملت	۳۰
۱۹۶۵	قصور	" " "	" " "	۳۱
۱۹۶۶	لاہور	" " "	" " "	۳۲
۱۹۶۸	"	مولانا جلال الدین قادری	خطبات آل انڈیا کی کانفرنس	۳۳
۱۹۶۴	گولڑہ شریف	مولانا فیض احمد فیض	مہر منیر	۳۴
۱۹۵۹	حیدرآباد دکن	مرزا ذوالفقار علی بیگ جامتی	فیضان امیر ملت	۳۵
۱۹۵۴	لاہور	پنجاب ہائی کورٹ لاہور	رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء	۳۶
۱۹۶۶	کراچی	چوہدری خلیق الزمان	شاہراہ پاکستان	۳۷
۱۹۶۸	دہلی	سید محمد ہادی	علی برادران اور ان کا زمانہ	۳۸
۱۹۶۳	لاہور	رئیس احمد جعفری	علی برادران	۳۹
۱۹۶۵	آگرہ	مولانا عبدالمجید قصوری	محدث علی پوری کے قومی کارنامے	۴۰
طبع دوم	لاہور	مولانا غلام معین الدین نعیمی	حیات صد الاناضل	۴۱
۱۹۳۵	بدایوں	حضرت امیر ملت	خطبہ صدارت مؤتمر جمعیت علماء ہند	۴۲

۱۹۷۸	لاہور	حکیم محمد حسین بدر	سات تار سے	۴۳
"	"	عزیز جاوید	قائد اعظم اور سرحد	۴۴
۱۹۸۱	بُرج کلاں (قصور)	محمد صادق قصوری	فدایانِ امیر ملت	۴۵
۱۹۸۳	لاہور	فیروز سنز	فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا	۴۶
۱۹۸۵	کراچی	لطیف احمد شروانی	قراردادِ پاکستان	۴۷
۱۹۸۶	لاہور	شیخ قلام نواز سنز	جامع اردو انسائیکلو پیڈیا	۴۸
۱۹۸۵	"	ایک بیڑے کے قلم سے	قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ	۴۹
"	کراچی	خواجہ رضی حیدر	قائد اعظم خطوط کے آئینے میں	۵۰
۱۹۹۱	لاہور	میاں عطاء اللہ ساگر وارثی	مشائخ ہوشیار پور	۵۱
۱۹۶۷	کراچی	نواب بہادر یار جنگ	مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول	۵۲
۱۹۸۸	لاہور	پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی	مٹی کی محبت	۵۳
۱۹۳۶	پہیلی بھیت (بھارت)	مولانا حسرت علی خان لکھنوی	ستر باب الاتذیبیہ	۵۴
۱۹۹۰	اسلام آباد	پروفیسر سید وقار علی شاہ	پیر صاحب نامکی شریف اور انکی سیاسی جدوجہد	۵۵
۱۹۷۹	فیصل آباد	محمد یوسف نقشبندی	جوہر نقشبندیہ اور مظاہر توحید پرہیز	۵۶
۱۹۶۶	لاہور	رئیس احمد جعفری	قائد اعظم اور ان کا عہد	۵۷
۱۹۸۳	"	حکیم آفتاب احمد قریشی	کاروانِ شوق	۵۸
۱۹۷۹	"	محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ	سیرت النبی بعد از وصال النبی	۵۹
سن نڈارو	"	پروفیسر اشتیاق طالب	صد الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین	۶۰
۱۹۳۵	"	سید ممتاز علی	سبیل الرشاد	۶۱
۱۹۸۲	"	محمد عبداللہ قریشی	حیاتِ اقبال کی گمشدہ کہانیاں	۶۲
۱۹۵۵	"	عبد المجید سالک	ذکرِ اقبال	۶۳
۱۹۸۰	سیال کوٹ	پروفیسر محمد مستور احمد	حضرت عبد الغفاری اور ذکرِ محمد اقبال	۶۴
۱۹۷۷	لاہور	محمد عبداللہ قریشی	معاصرینِ اقبال کی نظر میں	۶۵
۱۹۴۷	"	اقبال	بالِ جبریل	۶۶

۱۹۶۰	لاہور	اقبال	ضربِ کلیم	۶۶
۱۹۶۶	"	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	سیرتِ اقبال	۶۸
۱۹۶۳	"	حکیم سید امین الدین احمد	صوفیہ نقشبند	۶۹
۱۹۶۵	کراچی	بخشی مصطفیٰ علی خاں	کرامتِ امیر ملت	۷۰
۱۹۶۹	لاہور	سید نذیر نیازی	وانائے راز	۷۱
۱۹۸۳	"	رائے محمد کمال	غازی علم الدین شہید	۷۲
۱۹۶۴	کراچی، اپریل تا جون	سید الطاف علی بریلوی	سہ ماہی "السلام"	۷۳
۱۹۶۱	جنوری		اقبال ریویو	۷۴
۱۹۶۰	سیالکوٹ، مئی ۲۸ تا اپریل ۱۹۶۰		ماہنامہ "الوزار الصوفیہ"	۷۵
۱۹۶۱	قصور، اپریل مئی اگست ۱۹۶۱	مولانا غلام رسول گوہر	"	۷۶
۱۹۶۳	بھیرہ (سرگودھا) دسمبر ۱۹۶۳	پیر محمد کرم شاہ	"فیضِ حرم"	۷۷
۱۹۳۳	جنوری		"اشمس السلام"	۷۸
۱۹۲۵	کچھوچھو شریف (بھارت) مئی ۱۹۲۵		"اشرفی"	۷۹
۱۹۶۸	کراچی، اکتوبر نومبر ۱۹۶۸		"ترجمانِ اہلسنت"	۸۰
۱۹۶۱	لاہور (مولانا محمد علی جوہر نمبر)	ڈاکٹر محمد الیوب قادری	مجلہ "برگ گل" اردو کان کراچی	۸۱
۱۹۹۰-۹۱	لاہور، ۹۱-۹۰	ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی	"اون" گورنمنٹ کالج شاہدہ لاہور	۸۲
۱۹۶۶	لاہور	قائد اعظم نمبر	"برقاب" (واپڈا)	۸۳
۱۹۹۲	یکم تا ۱۵ اگست ۱۶ تا ۲۱ اگست ۱۹۹۲		پندرہ روزہ "اسلم لیگ نیوز"	۸۴
	لاہور، متعدد شمارے	ظہور عالم شہید	ہفت روزہ "استقلال"	۸۵
۱۹۳۸	اسرائیل، ۱۹۳۸ تا ۱۹۴۶ کی ٹیلیں	حکیم معراج الدین احمد	"الفقیہیہ"	۸۶
۱۹۶۸	کراچی، ۱۲ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸	ظہور الحسن محبوبالی	"انق"	۸۷
	لاہور، متعدد شمارے	جمید نظامی	روزنامہ "زائے وقت"	۸۸
۱۹۹۹	اسلام آباد، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹	صاحبزادہ ڈاکٹر مساجد الرحمن	سہ ماہی "فکر و نظر"	۸۹

اطہارِ سسر

مندرجہ ذیل حضرات کے مالی تعاون سے یہ کتاب منصفہ شہود پر جلوہ گرہ ہو رہی ہے
 اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں خوش و خرم رکھے۔ آمین
 تم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ① جناب پیر سید نذر حسین شاہ صاحب، علی پور سیدان شریف ② جناب میر عالم حسینی، کراچی
- ③ جناب غلام مرتضیٰ کوٹلی، میر پور ماٹھیلہ (سندھ)
- ④ جناب چوہدری محمد فاروق الزور لاہور ⑤ جناب چوہدری محسن ریاض، بروج کلان (قصور)
- ⑥ جناب چوہدری ممدثر نواز، بروج کلان (قصور) ⑦ جناب میر طالب حسین شاہ، میانوالا
- ⑧ جناب پروفیسر زاہد حسین فریدی، اسلام آباد ⑨ جناب محمد صدیق نقشبندی، شیخوپورہ
- ⑩ جناب محمد شرف کاشف، ناروال ⑪ جناب مولانا محمد حفیظ نقشبندی، کراچی
- ⑫ جناب راجہ امتیاز احمد ایڈووکیٹ، کوٹلی (A.K)
- ⑬ جناب رانا محمد ذوالفقار علی قصوری پپلاں (میانوالی) ⑭ جناب صوفی فقیر محمد گوجرانوالا
- ⑮ جناب چاچا امانت علی ٹیلر ماسٹر بروج کلان (قصور) ⑯ جناب شیخ محمد سعید، ساہیوال
- ⑰ جناب فیاض الدین احمد ٹاؤن شپ لاہور ⑱ جناب حمید عالم کالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ



مجموعہ عالمی

پاکستان کے لیے